ہفت روزہ بدر "سیرۃ النبی ﷺ نمبر"

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
1	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ ارشادِ باری تعالیٰ کی روشنی میں	2
2	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ حدیث رسول کی روشنی میں	3
3	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے متعلق (سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات)	4
4	آنحضرت ﷺ کی شان میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے فرمودات	6
5	خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرمودہ 5/ اکتوبر 2012ء	8
6	سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کی روشنی میں (محمد حمید کوثر قادیان)	12
7	آنحضرت ﷺ کا اپنے صحابہ کرام خواتین اور بچوں کی تربیت کا انداز۔ (عبدالمومن راشد قادیان)	16
8	آنحضرت ﷺ کا عورتوں سے حسن سلوک (سید شمشاد احمد ناصرؔ۔ لاس اینجلس امریکہ)	21
9	آنحضرت ﷺ کا دشمنوں سے حسن سلوک (شیخ مجاہد احمد شاستری قادیان)	26
10	عشق رسول عربی صلی ﷺ اور سیدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ ۔ نظم ونثر کی روشنی میں (دوست محمد صاحب شاہد)	30
11	سیرۃ النبی ﷺ کے بعض پہلوؤں پر اعتراضات کے جوابات (سید آفتاب احمد۔ قادیان)	32
12	مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پیشگوئیاں (نیاز احمد نائک۔ قادیان)	35
13	سیرت آنحضرت ﷺ - مذہبی رواداری کے آئینہ میں (جاوید احمد لون مربی سلسلہ نورالاسلام)	38

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بات تو کیجئے!
بات کرنے سے ہی نفرت دُور ہوگی

یہ بات ہمارے مخالفین پر واضح ہو کہ جماعت احمدیہ اسلام سے ہٹ کر کوئی نیا فرقہ نہیں، کوئی نئی جماعت نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق یہ اِس زمانہ میں مبعوث ہونے والے اِمام مہدی اور مسیح موعودؑ کی جماعت ہے۔ اِس لحاظ سے جماعت احمدیہ حقیقی اسلام ہی کا دُوسرا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے لیکر آج تک اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہر آن ہر لحہ جماعت کے ساتھ ہے۔ آج جماعت احمدیہ پوری دُنیا میں اپنی سچائی کی چمک بکھیر رہی ہے۔ اپنے اور پرائے سبھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ یہی سچا اسلام ہے اور یہی سچی جماعت ہے۔

جوں جوں جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ ترقی پر ترقی عطا فرما رہا ہے تُوں تُوں مخالفین حسد اور نفرت میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں چونکہ ملّاؤں اور عوام الناس کو حکومت کی بھی شئے ملی ہوئی ہے اس لئے پاکستان میں قتل و غارت گری کی صورت میں اس حسد و نفرت کا اظہار اپنے عروج پر ہے۔ آئے دن احمدیوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ 27 جولائی کو گوجرانوالہ میں جو انتہائی دہشت اور بربریت کا کھیل کھیلا گیا یہ بھی اسی حسد اور نفرت کا نتیجہ تھا جس میں دو انتہائی معصوم بچیوں 6 سالہ حِرا اور 8 ماہ کی کائنات اور ایک خاتون بشریٰ بیگم نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور ایک بچے نے ماں کے پیٹ میں ہی دم توڑ دیا۔

نام نہاد علماء کی طرف سے عوام الناس کو علی الاعلان احمدیوں کو قتل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ انہیں جدھر دیکھو مار دو۔ انہیں دُنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہی تقاضا ہے؟؟ ہم جس قدر بھی حیرت و استعجاب کا اظہار کریں کم ہے کہ سیّد المعصومین کے نام پر انتہائی دردناک مظالم کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ ظلم اور سفا کی سے آپؐ کا کوئی دُور کا بھی ناطہ نہ تھا آپؐ تو بلا تخصیص مذہب و ملت ہر ایک کے لئے سراپا رحمت تھے، رحمۃٌ لِلّعالمین تھے۔

ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دُنیاوی معاملات تو اپنے پاس رکھے ہیں اور اس میں خوب چاک و چوبند ہیں لیکن اپنا دینی معاملہ ملّاؤں کے سپرد کر دیا ہے۔ ملّا عام مسلمانوں کو احمدیوں سے اس لئے ملنے جلنے اور بات کرنے سے روکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب مسلمان احمدیوں سے بات کریں گے تو احمدی ہو جائیں گے۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے کفار مکہ نے دُور دُور تک یہ بات پھیلا دی تھی کہ محمدؐ سے کوئی بات نہ کرے ورنہ اس پر اس کے جادو کا اثر ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جو آپ سے بات کرتا اس پر آپ کا جادُو چل جاتا تھا۔ پس ملّاں جو عوام الناس کو احمدیوں سے بات کرنے سے روکتا ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ احمدیوں سے بات کرنا حرام ہے تو صرف اور صرف اس بنا پر کہ کہیں مسلمانوں پر حقیقت آشکار نہ ہو جائے اور وہ احمدی یعنی حقیقی مسلمان نہ ہو جائیں۔

کیا مسلمان ادنیٰ غور بھی نہیں کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تو یہ تھی کہ آپ کفار مکہ، یہود و نصاریٰ ہر ایک سے بات کرتے۔ نہ صرف بات کرتے بلکہ ہر وقت بات کرنے کے مواقع تلاش کرتے اور اس تاک میں رہتے کہ کہیں کوئی مل جائے تو آپؐ اُسے اسلام کا پیغام پہنچا دیں۔ مدینہ میں اسلام کا نفوذ اسی طرح ہوا۔ بیعت عقبہ اُولیٰ میں آپ تاک لگا کر مدینہ سے آنے والے وفد سے ملے اور اُن سے درخواست کی کہ وہ تھوڑی دیر آپؐ کی باتیں سنیں۔ اُن کا آپؐ کی باتیں سُننا تھا کہ وہ آپؐ کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔

جماعت احمدیہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ ہم دنیا میں ہر جگہ ہر ایک سے بات کرتے ہیں اور ہر ایک کو اسلام کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ہر ایک کو اسلام کی آغوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بائیکاٹ کرنا اور بات کرنے سے روکنا یہ کفّار کا شیوہ تھا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا بائیکاٹ کیا تھا۔

اگر ہمارے مخالف صحیح معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر چلیں اور ہم سے گفتگو کریں۔ اگر ہمارے مخالف حق پر ہیں تو پھر وہ بات کرنے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ ان کا ڈرنا بتاتا ہے کہ قرآن و حدیث اُن کے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ہے۔ اگر قرآن و حدیث اُن کے ساتھ ہے تو پھر اُنہیں حق کا اظہار کرنا چاہئے۔

یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ جماعت احمدیہ کے دلائل و براہین کے سامنے جب علماء کی ایک نہ چلی تو پھر انہوں نے بحث و مباحثہ کا میدان چھوڑ کر الزام تراشی، اور کردار کُشی کا راستہ اختیار کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء پر الزامات اور اتہامات عائد کئے اور انہیں تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا۔ اس کثرت سے جھوٹی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی طرف منسوب کی گئیں کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو سیاق سباق سے ہٹا کر توڑ مروڑ کر قابل اعتراض رنگ میں پیش کیا گیا۔

اِنہیں علماء کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ: عُلَمَآءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ ۔

(باقی صفحہ 29 پر ملاحظہ فرمائیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ
ارشادِ باری تعالیٰ کی روشنی میں

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (آل عمران آیت 31)

ترجمہ: تو کہہ کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَشَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ ○

(آل عمران آیت 160)

ترجمہ: اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے (ہی) جو اللہ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے اُن کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تُو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے پس تُو انہیں معاف کر دے اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگ اور حکومت (کے معاملات) میں اُن سے مشورہ لیا کر۔ پھر جب تو (کسی بات کا) پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر توکّل کر۔ اور اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ○ (النساء آیت 81)

ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کرے (تو سمجھو کہ) اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تو (یاد رکھ کہ) ہم نے تجھے نگہبان بنا کر نہیں بھیجا

یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ○
(المائدہ آیت 68)

ترجمہ: اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں (کے حملوں) سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں کو ہرگز (کامیابی کی) راہ نہیں دکھائے گا۔

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ (الاعراف آیت 158)

ترجمہ: وہ (لوگ) جو ہمارے اس رسول کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور اُمّی ہے جس کا ذکر توریت اور انجیل میں اُن کے پاس لکھا ہوا موجود ہے وہ اُن کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں اُن پر حلال کرتا ہے اور سب بُری چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن کے بوجھ (جو اُن پر لادے ہوئے تھے) اور طوق جو اُن کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ اُن سے دور کرتا ہے، پس وہ لوگ جو اُس پر ایمان لائے اور اُس کو طاقت پہنچائی اور اُس کو مدد دی اور اُس نور کے پیچھے چل پڑے جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا تھا وہی لوگ بامراد ہیں۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ○ (الکہف آیت 7)

ترجمہ: (کیا) اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو تُو ان کے غم میں شدت افسوس کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لے گا۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (الانبیا 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ○ (الاحزاب آیت 41)

ترجمہ: نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا ○ (الاحزاب آیت 46، 47)

ترجمہ: اے نبی ہم نے تجھے اس حال میں بھیجا کہ تو دنیا کا نگران بھی ہے (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا بھی ہے اور (کافروں) کو ڈرانے والا بھی ہے۔ اور نیز اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا اور ایک چمکتا ہوا سورج بنا کر (بھیجا ہے)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ○ (الاحزاب آیت 57)

ترجمہ: اللہ یقینا اُس نبی پر رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی (یقیناً اُس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں پس) اے مومنو تُم بھی اُس نبی پر درود بھیجتے اور اُن کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور (خوب جوش وخروش سے) اُن کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

یٰسٓ ○ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ (یٰس آیت 2-5)

ترجمہ: اے سید! ہم حکمت والے قرآن کو (تیرے سید ہونے کی) شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ یقیناً تو رسولوں میں سے ہے اور سیدھے راستہ پر ہے۔

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ○ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ○ وَاِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ○ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ○ (القلم آیت 5)

ترجمہ: (ہم) قلم اور دوات کو اور جو اُن (کے ذریعہ) لکھا جاتا ہے شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں۔ اور تجھے خدا کی طرف سے ایک ایسا بدلہ ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اس کے علاوہ ہم یہ بھی قسم کھاتے ہیں کہ) تُو (اپنی تعلیم اور عمل میں) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ○ (مزمل آیت 16)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

۞ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ : کَانَ خُلُقُ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ (مستدرک للحاکم تفسیر سورة المؤمنون صفحہ ۳۹۲، جلد ۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اَطوارِ زندگی قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔

۞ مَالِکٌ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔

(مؤطا امام مالک، باب فی حسن الخلق صفحہ ۳۶۴)

حضرت امام مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ یعنی میں اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

۞ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (مسند احمد صفحہ ۱۵۰، جلد ۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ جس طرح تُو نے میری شکل وصورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق و عادات بھی اچھے بنا دے۔

۞ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِکًا حَتّٰی اَرٰی مِنْہُ لَھَوَاتِہٖ ۔ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی زور کا قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسّم کے انداز کا ہوتا تھا۔

(بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحک)

۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ ۔ وَکَانَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُہُ الْقُرْاٰنَ ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ ۔

(ریاض الصالحین باب الجود)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور جب رمضان میں جبرائیل آپ ﷺ کے پاس قرآن کریم کا دَور کرنے آتے تو آپ ﷺ پہلے سے بھی زیادہ سخاوت کا اظہار فرماتے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بھلائی اور سخاوت میں آپ مُوسلا دھار بارش اور اس میں چلنے والی تیز ہوا سے بھی تیز رفتار دکھائی دیتے۔

۞ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ ، وَلَقَدْ جَآءَہٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاہُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ : یَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءَ مَنْ لَا یَخْشَی الْفَقْرَ ، وَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَا یُرِیْدُ اِلَّا الدُّنْیَا فَمَا یَلْبَثُ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا ۔ (مسند احمد جلد ۳، صفحہ ۱۷۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کا واسطہ دے کر مانگا جاتا تو آپ ﷺ حسبِ استطاعت ضرور دیتے ، ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کی وادی بھر گئی۔ جب وہ بکریاں لیکر اپنی قوم میں واپس آیا تو آ کر کہا لوگو! اسلام قبول کر لو محمدّ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح دیتے ہیں جیسے غربت واحتیاج کا انہیں کوئی ڈر ہی نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر کوئی آدمی دنیا کی خاطر اسلام قبول کر لیتا تو کچھ مدّت کے بعد وہ محسوس کرنے لگتا کہ دنیا و مافیہا میں سے اسلام سے زیادہ اسے اور کوئی چیز محبوب نہیں۔

۞ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْلِفُ الْبَعِیْرَ وَیُقِیْمُ الْبَیْتَ وَیَخْصِفُ النَّعْلَ وَیَرْقَعُ الثَّوْبَ وَیَحْلِبُ الشَّاةَ وَیَأْکُلُ مَعَ الْخَادِمِ وَیَطْحَنُ مَعَہٗ اِذَا أَعْیَا وَکَانَ لَا یَمْنَعُہُ الْحَیَاءُ اَنْ یَحْمِلَ بِضَاعَتَہٗ مِنَ السُّوْقِ اِلٰی اَھْلِہٖ وَکَانَ یُصَافِحُ الْغَنِیَّ وَالْفَقِیْرَ وَیُسَلِّمُ مُبْتَدِئًا وَلَا یَحْتَقِرُ مَا دُعِیَ اِلَیْہِ وَلَوْ اِلٰی حَشْفِ التَّمْرِ وَکَانَ ھَیِّنَ الْمُؤْنَةِ لَیِّنَ الْخُلُقِ کَرِیْمَ الطَّبِیْعَةِ جَمِیْلَ الْمُعَاشَرَةِ طَلِقَ الْوَجْہِ بَسَّامًا مِنْ غَیْرِ ضِحْکٍ مَحْزُوْنًا مِنْ غَیْرِ عُبُوْسَةٍ مُتَوَاضِعًا مِنْ غَیْرِ مَذَلَّةٍ جَوَّادًا مِنْ غَیْرِ سَرَفٍ رَقِیْقَ الْقَلْبِ رَحِیْمًا بِکُلِّ مُسْلِمٍ لَمْ یَتَجَشَّأْ قَطُّ مِنْ شَبَعٍ وَلَمْ یَمُدَّ یَدَہٗ اِلٰی طَمَعٍ ۔ (اُسد الغابہ جلد اوّل صفحہ 29، قشیریہ صفحہ ۷۵، الشفاء جلد ا صفحہ ۷۷)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپ ﷺ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے) اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے۔ گھر کے کام کاج کرتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے۔ بکری دوہ لیتے۔ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے اگر کوئی معمولی کھجوروں کی بھی دعوت دیتا تو آپ ﷺ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپ ﷺ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسّم آپ ﷺ کے چہرے پر جھلکتا رہتا۔ آپ ﷺ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن تُرش رُوئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست ہمّتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی (کھلے ہاتھ کے) لیکن بیجا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دِل، رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص وطمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر وشاکر اور کم پر قانع رہتے۔

۞ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اضْطَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَاَثَّرَ فِیْ جِلْدِہٖ فَقُلْتُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ کُنْتَ اٰذَنْتَنَا فَفَرَشْنَا لَکَ عَلَیْہِ شَیْئًا یَقِیْکَ مِنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِنَّمَا اَنَا وَالدُّنْیَا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا ۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد مثل الدنیا صفحہ ۳۰۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر نشانات تھے میں نے یہ دیکھ کر عرض کیا ہماری جان آپ ﷺ پر فدا ہو اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم اس چٹائی پر کوئی گدیلا وغیرہ بچھا دیں۔ جو آپ ﷺ کو اس کے کھردرے پن سے بچائے یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا ” مَا اَنَا وَالدُّنْیَا “ مجھے دنیاوی لذّتوں سے کیا غرض؟ میں تو صرف ایک مسافر کی طرح ہوں جو کچھ دیر سستانے کی غرض سے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ ۞ ۞ ۞

سرکارِ دوجہان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ کے متعلق

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وشان میں فرماتے ہیں :

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘ (سراج منیر۔ روحانی خزائن۔ جلد 12۔ صفحہ 82)

✿✿✿

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے، سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ مَیں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔‘‘ (ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 420۔ مطبوعہ ربوہ)

✿✿✿

’’نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن۔ جلد 19۔ صفحہ 13-14)

✿✿✿

’’یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآنِ شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسمِ عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محب سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسمِ عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 119-118 حاشیہ)

✿✿✿

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی، امی، صادق، مصدوق، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی‘‘۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن۔ جلد 5۔ صفحہ 160 تا 161)

✿✿✿

’’رسول اللہ ﷺ کی تیرہ سالہ زندگی جو مکہ میں گزری اس میں جس قدر مصائب ومشکلات آنحضرت ﷺ پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ حوصلگی، فراخدلی، استقلال اور عزم واستقامت کا پتہ چلتا ہے۔ کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے۔ وہ مقصد کے ادا کرنے میں ایک لحہ بھی سست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔‘‘ (الحکم 30 جون 1901 صفحہ 03)

✿✿✿

’’آنحضرت ﷺ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لیے جان باز اور خلقت کے بیم واُمید سے بالکل منہ نہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنھوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اُٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارہ کر کے اپنے مولا کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت ہوتی ہے وہ سب پوری کی۔ اور کسی ڈرانے والے کو کچھ نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلے کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں‘‘۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 119)

✿✿✿

دُنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاأیھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم اُن نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام ونشان نہیں بلکہ ان گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقینا سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آ گئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمدؐ عربی بادشاہ ہردو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دُنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اُسکا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا۔ اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹا یا جو اُس کے لئے کھولا نہ گیا لیکن افسوس! کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور اُن کے اندر داخل ہو۔

(رُوحانی خزائن جلد 23 چشمہ معرفت صفحہ 288)

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے۔ اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں۔ جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامد الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔

(براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 258 تا 261 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

✡✡✡

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات

ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جو ذات ہے وہ نور ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ نور کا مطلب ہے روشنی۔ اس لئے جو بھی آپ نے روشنی مانگنی ہے خدا تعالیٰ سے مانگیں۔ اُس کے آگے جھکیں۔ اپنے دلوں کو روشن کریں، اپنے ماحول کو روشن کریں اور یہاں کے بعض مسلمانوں کے ذہنوں پر جو اثر ہے کہ احمدی نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور اس وجہ سے زیادہ مخالفت ہے، ان کے شکوک کو دور کریں۔ اُن کو بتائیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے نور کو سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اترا ہوا دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ : ''نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ روشنی تھی جس نے اُن اندھیروں کو روشن کیا جو اُس وقت عرب میں پھیلے ہوئے تھے اور پھر وہاں سے وہ روشنی نکل کر ساری دنیا میں پھیلی۔ گزشتہ جمعہ میں میں نے مثالیں دی تھیں کہ اُن لوگوں کا کیا حال تھا، کس قسم کے لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، مسلمان ہوئے، آپ کی امت میں شامل ہوئے اور پھر کیا انقلاب انہوں نے پیدا کیا۔ جو ظالم اور فاسق اور فاجر تھے وہ ایسے نیک ہوئے کہ اُن کی راتیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدوں میں گزرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ جہاں اُن کو اُن کی دعاؤں کے جواب ملتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور اُن کو ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ'' (التوبۃ:100) کا خطاب ملا۔ پس ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک محبت ہے اور اس لئے محبت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم میں اُس نور کا ادراک پیدا کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا اور یہی پیغام ہے جو آپ لوگوں نے، اس علاقے کے لوگوں نے، یہاں رہنے والوں نے اس علاقے میں پھیلانا ہے۔ اور اس کے پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو پہلے اللہ تعالیٰ کا صحیح عبد بنانا ہے، اُس کا عبادت گزار بنانا ہے۔ آپ عبادت میں بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی۔

(خطاب بر موقع افتتاحی تقریب مسجد نور کراولی، انگلستان، 18 جنوری 2014، الفضل انٹرنیشنل 21 فروری 2014 صفحہ 1)

۞۞۞

جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا تو آپ نے اس کے حصول کے لئے تبلیغ کو انتہا تک پہنچایا۔ اور صرف تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ راتوں کو اس شدت سے اس کے نتائج حاصل کرنے اور لوگوں کے دلوں اور سینوں کو کھولنے کے لئے دعائیں کیں کہ آپ کی سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ آپ کے دل میں انسانیت کی اصلاح اور اُسے تباہی سے بچانے کے لئے جو درد تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی اس تڑپ اور دعاؤں کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تیری بات نہ مانیں تو کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا؟ مَیں نے پھر کہا کہ لیکن خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر بس نہیں کر دیا۔ دعاؤں کی قبولیت کو ردّ نہیں کر دیا بلکہ ان دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اس درد کی تسکین کے سامان کئے اور وہ لوگ جو ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے، اُن سے برائیوں کو چھڑا کر با اخلاق اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے والا بنا دیا۔ یہ تبدیلی کوئی دنیاوی طاقت نہیں کر سکتی تھی۔ یہ خالص اُس خدا کا فعل تھا جو دعاؤں کو سننے والا اور دلوں پر قبضہ رکھتا ہے۔

پھر مَیں نے بتایا کہ دشمنوں سے حسنِ سلوک کی بھی ایسی مثالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائیں کہ جس کی دنیاوی معاملات میں کہیں مثال نہیں مل سکتی۔ دشمنوں کو، اُن دشمنوں کو جنہوں نے مکہ میں دشمنی کی انتہا کی ہوئی تھی، فتح مکہ کے موقع پر اس طرح معاف فرمایا کہ جس طرح انہوں نے کبھی کوئی غلطی یا شرارت کی ہی نہ ہو۔ ہر ایک کافر کو بھی امن سے قانون کے دائرے کے اندر رہنے کی شرط پر معاف فرما دیا اور اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر بڑے دشمن جو تھے، بہت بڑے بڑے اور کفر میں بڑھے ہوئے جو تھے، بے اختیار ہو کر بول اُٹھے کہ ایسا جذبہ صرف خدا تعالیٰ کے نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور یقیناً اسلام برحق ہے۔ اور پھر وہ بھی ایمان لے آئے۔

پھر مَیں نے بتایا کہ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اور یقیناً آپ رحمت کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو یقیناً خدا تعالیٰ کے کلام کی سچائی کا ثبوت ہیں جو آپ کی رحمت کی دلیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔

پھر مَیں نے بتایا کہ اس کے باوجود کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی اور جنگوں کا جو الزام لگایا جا سکتا ہے اور آجکل بھی اس دنیا میں لگایا جاتا ہے، یہ تاریخی حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جنگوں میں پہل نہیں کی۔ مکہ میں ظلم سہے۔ جب یہ ظلم ناقابلِ برداشت ہوئے تو مدینہ ہجرت کی۔ کبھی بدلے نہیں لئے۔ لیکن جب مکّہ والوں نے مدینہ پر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے حملہ کیا تو پھر خدا تعالیٰ کے اذن سے جواب دیا جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے۔

(خطبہ جمعہ 7 مارچ 2014، الفضل انٹرنیشنل 28 مارچ 2014، صفحہ 7، اس خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گلڈ ہال لندن میں منعقدہ مذاہب عالم کانفرنس کی رُوئداد اور اپنے خطاب کا تذکرہ فرمایا)

۞۞۞

اے میرے پیارے بھائیو! پس یہ اہمیت ہے آج کے دن کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور عاشقِ صادق کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں فنا ہونے کی وجہ سے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا اعزاز بخشا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود کو یہ حکم دیا کہ آج کے دن ان پاک بازوں کی جماعت کے قیام کا اعلان کر کے ان سے عہد بیعت لو کہ ہم اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا پر لہرانے کے لئے اپنی جان، مال اور وقت کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہم گواہی دیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپؐ کی خاتمیت اور کاملیت کی مہر دنیا کے ہر انسان کے دل پر لگا کر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنانا ہمارا کام ہے۔ پس یہ کوئی چھوٹا کام نہیں جو مسیح موعود کے ماننے والوں کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ اس دن کی یاد اس لئے مناتی ہے کہ صحابہ کی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرین میں سے ایک قوم کے پہلوں سے ملنے کی جو خوشخبری دی تھی ہم اپنے جائزے لیتے ہوئے، اپنی عملی حالتوں کو جانچتے ہوئے ان آخرین کا حصہ بننے کی

کوشش کریں۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک دنیا کے ہر انسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نہ لا ڈالیں۔

(23 مارچ 2014 کو یومِ مسیح موعود کے بابرکت موقع پر حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا عرب دوستوں کے نام ولولہ انگیز پیغام، الفضل انٹرنیشنل 16 مئی 2014 صفحہ 10)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر قرآن کریم کو سمجھا، قرآنی احکامات کو سمجھا، اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھا کیونکہ توحید کا حقیقی مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر سمجھ آ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی قرآن کریم کا علم آپ کے وسیلے کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا حقیقی اور عملی نمونہ اور مثال ہیں۔ بہرحال آج میں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات پیش کروں گا جو توحید کے بارے میں آپ نے بیان فرمائے کہ سچی توحید کیا ہے؟ توحید کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح عمل کرنے سے انسان حقیقی موحد کہلا سکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مئی 2014، الفضل انٹرنیشنل 6 جون 2014)

آج ایک احمدی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق اور آپ کی شان اور عظمت کی بلندی کا اظہار یہ ہے کہ بے انتہا درود پڑھیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دنیا کا ہر احمدی آج کی فضا اور اس رمضان کو درود سے بھر دے کہ جہاں دشمنوں کے آپؐ کی شان پر حملے کا جواب یہی ہے اور اس سے بہتر اور کوئی جواب نہیں وہاں یہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ پیدا کرنے والی چیز بھی ہے اور یہی تقویٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خوشکن انجام کی خبر دے رہا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عاقبت متقیوں کے لئے ہے۔ آخرکار بہتر انجام متقیوں کا ہے۔ جب یہ دشمنانِ اسلام پارہ پارہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے اور کامیابیاں اور بہتر انجام حقیقی مومنین اور متقین کا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(خطبہ جمعہ 4 جولائی 2014 الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی 2014، صفحہ 7)

عرب دنیا کی خاص طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری پیغام کو سمجھیں جس میں آپ نے عربی عجمی گورے اور کالے کے فرق کو مٹا دیا تھا۔ پس اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی غلامی اور خلافت کی اطاعت میں ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے راستے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو بھی اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے....

آج دنیا میں پھیلے ہوئے تمام عرب احمدی اپنی ذمہ داری سمجھیں کہ آپ نے اپنے اس فرض کو پہلے سے بڑھ کر ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات میں کوئی شک نہیں اور میں اس کا گواہ ہوں کہ عرب دنیا کے وہ احمدی جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول فرمایا خلافت احمدیہ کے ساتھ انتہائی وفا اور اخلاص اور اطاعت کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ پس اس اخلاص اور وفا اور اطاعت کے تعلق کو بڑھاتے چلے جائیں تاکہ ہم جلد سے جلد دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو گاڑ کر دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کر دیں۔

(27 مئی 2014ء کو یومِ خلافت کے بابرکت موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ولولہ انگیز پیغام، الفضل انٹرنیشنل 20 جون 2014، صفحہ 2)

نعت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدر گاہ ذی شانِ خَیرُ الْاَنَام
شَفِیعُ الوَریٰ مَرجَعِ خاص و عام

بصد عجز و مِنت، بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام

کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

حسینانِ عالَم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں

پھر اِس پر وہ اَخلاقِ اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں

زہے خُلق کامل زہے حسنِ تام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

خَلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی

ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

ہوا آپ کے دم سے اُس کا قیام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے

جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے

بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لامحال

صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال

لیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

مقدس حیات اور مطہر مذاق
اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق

سوارِ جہانگیرِ یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

علمدارِ عشاقِ ذاتِ یگاں
سپہ دار افواجِ قدّوسیاں

معارف کا اِک قلزم بیکراں
افاضات میں زندۂ جاوداں

پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیک الصّلٰوۃُ علیک السلام

(بخارِ دل)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق عالیہ اور عظمت شان کے بارہ میں بعض غیر مسلموں کے اعترافات کا تذکرہ

اللہ کرے کہ دنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لاتعلق رہنے یا مخالفت اور استہزاء کرنے کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔ دنیا کے نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر حقیقت پسند منصف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہوگا

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 5/اکتوبر 2012ء میں سے بعض حصص پیش ہیں

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ'' (یعنی جو واقعات و حالات آپ کو پیش آئے) ''کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ہو کہ اُس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپؐ نے آ کر کیا کیا؟ تو انسان وجد میں آ کر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اُٹھتا ہے''۔ فرمایا ''مَیں سچ سچ کہتا ہوں، یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآنِ شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا کیا۔ ورنہ کیا بات تھی جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: 57)''۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام بھیجو نبی پر۔ فرمایا ''کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 421، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے'' (یعنی حد لگانے کے لئے) ''کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی''۔ (ہر قسم کی حدوں سے بالا تھی۔) ''اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 24، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ مومن کا کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو جب پڑھے، آپ کے اُسوۂ حسنہ کو جب دیکھے تو جہاں اس پر عمل کرنے اور اسے اپنانے کی کوشش کرے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے کہ اس محسنِ اعظم نے ہم پر کتنا عظیم احسان کیا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دکھا کر اور ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کا کہہ کر خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری کا احساس مومنین میں پیدا کیا جس سے ایک مومن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ہم دنیا کو بھی اس تعلیم اور آپ کے اُسوہ سے آگاہ کریں۔ آپ کے حسن و احسان سے دنیا کو آگاہ کریں۔

جب بھی غیروں کے سامنے آپ کی سیرت کے پہلو آئے تو وہ لوگ جو ذرا بھی دل میں انصاف کی رمق رکھتے تھے، وہ باوجود اختلافات کے آپ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ آج کل اسلام کے مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ لوگ یا تو انصاف سے خالی دل لئے ہوئے ہیں یا آپ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کو جانتے ہی نہیں اور اس کے لئے کوشش کرنی بھی نہیں چاہتے۔ پس دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے آگاہی دینا بھی ہمارا کام ہے۔ اس کے لئے ہر قسم کا ذریعہ ہمیں استعمال کرنا چاہئے۔ اس کے بارے میں پہلے بھی مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں ایسے ہی کچھ لوگوں کی تحریریں پیش کروں گا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متأثر ہو کر، آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان میں سے بعض مخالفین بھی تھے اور مخالفت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن حقیقت لکھنے پر مجبور ہوئے۔

۞ ایک مصنف سٹینلے لین پول (Stanley Lane-Poole) ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے تو اُن سب کو معاف کر دیا۔ یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

(The Speeches and Tablets of the Prophet Mohammad by Stanley Lane-poole, Macmillan and Co. 1882, page xlvi-xlvii)

۞ The Outline of History کے مصنف پروفیسر ایچ جی ویلز (H.G.Wells) کہتے ہیں کہ:

''پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے، وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے...... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے...... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں...... پیغمبرِ اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفا کی کا خاتمہ کیا گیا''۔

(The Outline of History by H.G.Wells, part II)

۞ دی لیسی اولیرے (De Lacy O'Leary) اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز (Islam at the Cross roads) میں لکھتا ہے کہ:

''تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا دنیا پر فتح پا لینا اور تلوار کی نوک پر مقبوضہ اقوام میں اسلام کو نافذ کر دینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے''۔

(Islam at the Cross Roads by De Lacy O'Leary, London 1923 p.8)

۞ مہاتما گاندھی ایک جریدہ young India میں لکھتے ہیں کہ:

''مَیں اُس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ جاننا چاہتا تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی۔ اُس کی زندگی کا مطالعہ کر کے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا کہ اسلام نے اُس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی بلکہ اس پیغمبر کی سادگی، اپنے کام میں مگن رہنے کی عادت، انتہائی باریکیوں کے ساتھ اپنے عہدوں کو پورا کرنا اور اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھنا، بیباک و بے خوف ہونا اور خدا کی ذات اور اپنے مشن پر کامل یقین ہونا، اُس کی یہی باتیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا اور جو سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب مَیں نے اس پیغمبر کی سیرت کے متعلق لکھی جانے والی کتاب کی دوسری جلد بھی ختم کر لی تو مجھ پر اس کتاب (سیرت کے بارے میں جو بھی کتاب پڑھ رہے تھے)

کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اداسی طاری ہو گئی‘‘۔

(Mahatma Gandhi, Statement published in "Young India", 1924)

Sir John Bagot Glubb یہ لیفٹیننٹ جنرل تھے۔ 1986ء میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ لکھتے ہیں کہ :

’’قاری اس کتاب کے آخر پر (جو کتاب وہ لکھ رہے تھے) جو بھی رائے قائم کرے اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی تجربات اپنے اندر پرانے اور نئے عہد ناموں کے قصوں اور عیسائی بزرگوں کے روحانی تجربات سے حیران کُن حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے ماننے والے افراد کے ان گنت رؤیا اور کشوف سے بھی مشابہت رکھتے ہوں۔ مزید یہ کہ اکثر اوقات ایسے تجربات تقدس اور فضیلت والی زندگی کے آغاز کی علامت ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات کو نفسانی دھوکہ قرار دینا کوئی موزوں وضاحت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ واقعات تو بہت سے لوگوں میں مشترک رہے ہیں۔ ایسے لوگ جن کے درمیان ہزاروں سالوں کا فرق اور ہزاروں میلوں کے فاصلے تھے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کے بارے میں سنا تک نہ ہوگا لیکن اس کے باوجود ان کے واقعات میں ایک غیر معمولی یکجائی پائی جاتی ہے۔ یہ رائے معقول نہیں کہ ان تمام افراد نے حیران کن حد تک مشابہ رؤیا اور کشوف اپنے طور پر ہی بنا لئے ہوں۔ باوجود اس کے کہ یہ افراد ایک دوسرے کے وجود ہی سے لابلد تھے‘‘۔

پھر جن لوگوں نے ہجرت حبشہ کی تھی اُن کے بارے میں لکھتا ہے: ’’اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تقریباً تمام وہ افراد شامل تھے جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے متشدد باسیوں کے درمیان یقینا بہت کم پیروکاروں کے ساتھ رہ گئے تھے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی جرأت اور ایمان کی مضبوطی کے اعلیٰ معیار پر قائم تھے‘‘۔ (The Life and Times of Muhammad)

John William Draper اپنی کتاب History of the intellectual Development of Europe میں لکھتے ہیں کہ :

’’Justinian کی وفات کے چار سال بعد 569 عیسوی میں مکّہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیات میں سب سے زیادہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا اور وہ شخص محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جسے بعض یورپین لوگ جھوٹا کہتے ہیں ...... لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر ایسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے کئی قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہوا۔ وہ ایک تبلیغ کرنے والے سپاہی تھے۔ ممبر فصاحت سے پُر ہوتا (یعنی جب تقریر فرماتے) میدان میں اترتے تو بہادر ہوتے۔ اُن کا مذہب صرف یہی تھا کہ خدا ایک ہے۔ (مذہب کا خلاصہ ایک ہی تھا کہ خدا ایک ہے) ......اس سچائی کو بیان کرنے کے لئے انہوں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو صفائی، نماز اور روزہ جیسے امور کی تعلیم دیتے ہوئے اُن کی معاشرتی حالتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا۔ اُس شخص نے صدقہ و خیرات کو باقی تمام کاموں پر فوقیت دی‘‘۔

(History of the intellectual Development of Europe by John William Draper M.D., LL.D., New York: Harper and Brothers, Publishers, Fraklin Square 1863, page 244)

ایک مشہور مستشرق ہیں William Montgomery، اپنی کتاب Muhammad at Madinah میں لکھتے ہیں کہ:

’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں، اتنا ہی آپ کی کامیابیوں کی وسعت کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اُس وقت کے حالات نے آپ کو ایک ایسا موقع فراہم کیا جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ گویا آپ اُس زمانے کے لئے موزوں ترین انسان تھے۔ اگر آپ کے پاس دور اندیشی، حکومت کرنے کی انتظامی صلاحیتیں، توکل علی اللہ اور اس بات پر یقین کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے، نہ ہوتا تو انسانی تاریخ میں ایک اہم باب رقم ہونے سے رہ جاتا۔ مجھے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق یہ کتاب ایک عظیم الشان ابن آدم کو سمجھنے اور اُس کی قدر کرنے میں مدد کرے گی‘‘۔ (William Montgomery Watt, Muhammad at Madinah, Oxford at the Clarendon Press 1956, pp. 335)

یہ اُس سوانح نویس کی شہادت ہے جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں مثبت رویہ نہیں رکھتا۔

پھر مشہور عیسائی مؤرخ Reginald Bosworth Smith لکھتا ہے کہ :

’’مذہب اور حکومت کے رہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے مگر پوپ کی طرح ظاہر داریوں سے پاک۔ آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ وحشمت سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اُس نے باقاعدہ فوج کے بغیر، محل شاہی کے بغیر اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن اور انتظام قائم رکھا تو وہ صرف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو اس ساز و سامان کے بغیر ہی سب طاقتیں حاصل تھیں‘‘۔

پھر یہی Bosworth Smith اپنی کتاب محمد اینڈ محمدن ازم (Muhammed and Muhammedanism) میں لکھتے ہیں کہ:

’’آپ کے مشن (یعنی نبوت و رسالت) کو سب سے پہلے قبول کرنے والے وہ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مثلاً آپ کی زوجہ، آپ کا غلام، آپ کا چچا زاد بھائی اور آپ کا پرانا دوست، جس کے بارے میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا تھا کہ اسلام کے داخل ہونے والوں میں سے وہ واحد انسان تھا جس نے کبھی اپنی پیٹھ نہیں موڑی تھی اور نہ ہی وہ کبھی پریشان ہوا تھا۔ عام پیغمبروں کی طرح حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسمت معمولی نہ تھی کیونکہ آپ کی عظمت کا انکار کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جنہیں آپ کی ذات کا صحیح علم حاصل نہیں تھا‘‘۔ (Muhammed and Muhammedanism by R. Bosworth Smith, Smith Elder and Co. 1876, page 127)

واشنگٹن ارونگ (Washington Irving) اپنی کتاب ’’لائف آف محمدؐ‘‘ میں لکھتا ہے کہ: ’’آپ کی جنگی فتوحات نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر نہ تو تکبر پیدا کیا، نہ کوئی غرور اور نہ کسی قسم کی مصنوعی شان و شوکت پیدا کی۔ اگر ان فتوحات میں ذاتی اغراض ہوتیں تو یہ ضرور ایسا کرتیں۔ اپنی طاقت کے جوبن پر بھی اپنی عادات اور حلیہ میں وہی سادگی برقرار رکھی جو کہ آپ کے اندر مشکل ترین حالات میں تھی۔ یہاں تک کہ اپنی شاہانہ زندگی میں بھی اگر کوئی آپ کے کمرہ میں داخل ہوتے وقت غیر ضروری تعظیم کا اظہار کرتا تو آپ اسے ناپسند فرماتے‘‘۔

(The Life of Mahomet by Washington Irving, Leipzig Bernhard Touchritz 1850, pp.272-273)

سر ولیم میور (Sir William Muir) یہ بھی ایک مستشرق ہے اور کافی کچھ خلاف بھی لکھتا ہے۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ:

’’ایک اہم خوبی وہ خوش خلقی اور وہ خیال تھا جو آپ اپنے معمولی سے معمولی پیروکار کا رکھا کرتے۔ حیا، شفقت، صبر، سخاوت، عاجزی آپ کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے اور ان کے باعث آپ اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے۔ انکار کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ اگر کسی سوالی کی فریاد پوری نہ کر پاتے تو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے۔ کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی کی دعوت ردّ کی ہو خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کا پیش کیا ہوا تحفہ رد کر دیا ہو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آپ کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے۔ اگر آپ کسی کو اپنی کامیابی پر خوش پاتے تو گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کرتے اور گلے لگاتے اور محروموں اور تکلیف میں گھِرے افراد سے بڑی نرمی سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود
ALLADIN BUILDERS
Own your Plot/ Home in Qadian Darul Aman
Contact for quality construction works in Qadian
Khalid Ahmad Alladin
#67, WHITE AVENUE, QADIAN, PUNJAB 143516 INDIA
Phones: +91 7837211800, +91 8712890678
Email: khalid@alladinbuilders.com,
Please visit us at : www.alladinbuilders.com
وَسِّعْ مَکَانَکَ
الہام حضرت مسیح موعودؑ

مالک رام دی ہٹی مین بازار قادیان
Malik Ram Di Hatti, Main Bazar, Qadian
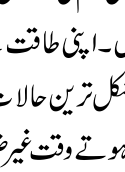
کمپنی کے اُونی، ریشمی بڑھیا کپڑے خریدنے کیلئے تشریف لائیں
098141-63952
نوٹ: پرانی دوکان بدل کر سامنے نئے شوروم میں چلی گئی ہے۔

ہمدردی کا اظہار کرتے۔ بچوں سے بہت شفقت سے پیش آتے اور راہ کھیلتے بچوں کو سلام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ وہ قحط کے ایام میں بھی دوسروں کو اپنے کھانے میں شریک کرتے اور ہر ایک کی آسانی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے۔ ایک نرم اور مہربان طبیعت آپ کے تمام خواص میں نمایاں نظر آتی تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک وفادار دوست تھا۔ اس نے ابوبکر سے بھائی سے بڑھ کر محبت کی۔ علی سے پدرانہ شفقت کی۔ زید، جو آزاد کردہ غلام تھا، کو اس شفیق نبی سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اس نے اپنے والد کے ساتھ جانے کی بجائے مکہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ اپنے نگران کا دامن پکڑتے ہوئے اس نے کہا، 'میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، آپ ہی میرے ماں اور باپ ہیں'۔ دوستی کا یہ تعلق زید کی وفات تک رہا اور پھر زید کے بیٹے اسامہ سے بھی اس کے والد کی وجہ سے آپ نے ہمیشہ بہت مشفقانہ سلوک کیا۔ عثمان اور عمر بھی آپ سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر بیعتِ رضوان کے وقت اپنے محصور داماد کے دفاع کے لئے جان تک دینے کا جو عہد کیا وہ اسی سچی دوستی کی ایک مثال ہے۔ دیگر بہت سے مواقع ہیں جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر متزلزل محبت کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ کسی بھی موقع پر یہ محبت بے محل نہ تھی، بلکہ ہر واقعہ اسی گرمجوش محبت کا آئینہ دار ہے"۔

پھر لکھتا ہے کہ "اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے۔ آپ اپنے اُن دشمنوں سے نرمی میں ذرہ بھی کمی نہ کرتے جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول کر لیتے۔ مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذارسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہئے تھیں کہ فاتح مکّہ اپنے غیظ و غضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ ان کے تمام استہزاء، گستاخیوں اور ظلم وستم کے باوجود آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا۔ مدینہ میں عبداللہ اور دیگر منحرف ساتھی (یعنی جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکمیت میں مزاحم ہوتے رہے، ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے۔ اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے اُن قبائل سے برتی جو آپ کے سامنے سرنگوں تھے۔ اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے، ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا"۔

(The Life of Mahomet by by William Muir, Vol. IV, London: Smith, Elder and Co., 65 Cornhill, 1861, pp.305-307)

۞ Sir Thomas Carlyle آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ایک اور بات ہمیں ہرگز بھولنی نہیں چاہئے کہ اُسے کسی مدرسہ کی تعلیم میسر نہ تھی۔ اس چیز کو جسے ہم سکول لرننگ (School Learning) کہتے ہیں، ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھنے کا فن تو عرب میں بالکل نیا تھا۔ یہ رائے بالکل سچی معلوم ہوتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی خود نہ لکھ سکا۔ اس کی تمام تر تعلیم صحراء کی بودوباش اور اس کے تجربات کے گرد گھومتی ہے۔ اس لامحدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے؟ مزید حیرت ہوتی ہے جب دیکھا جائے کہ کتابیں بھی میسر نہ تھیں۔ عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سُنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ وہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے۔ وہ حکمت کی باتیں جو آپ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقہ میں موجود تھیں، ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپ کے لئے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان سے براہِ راست مکالمہ نہیں کیا۔ وہ اس بیابان میں تنِ تنہا تھے اور یونہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھا"

(Six Lectures by Thomas Carlyle, Edition 1846, Lecture 2 page 47)

Thomas Carlyle ہی لکھتے ہیں کہ: "ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدارِ نبوت تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے، اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی چلی جاتی ہیں"۔ کہتا ہے "جو جھوٹ باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری رُوسیاہی کا باعث ہے اور جو باتیں اس انسان (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں، بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں"۔ (جب یہ انیسویں صدی میں تھا، اُس وقت کی باتیں ہیں)، "اس وقت جتنے آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے کہ ایک جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا"۔ (یعنی یہ بالکل غلط چیز ہے)

(Six Lectures on Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History by Thomas Carlyle)

۞ پھر ایک فرنچ فلاسفر لامانٹین (Lamartine) اپنی کتاب 'ہسٹری آف ٹرکی' (History of Turkey) میں لکھتا ہے کہ:

"اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کیلئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اُس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں تو آج کون ایسا شخص ملے گا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے۔ دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔ اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا اور اُن میں سے بھی بعض طاقتیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف دنیا کی فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا۔ مزید برآں اُس نے قربانگاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک روحانی تشخص سے نوازا"۔ پھر لکھتا ہے: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانون دان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا، بیسیوں ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کبھی کوئی عظیم شخص پیدا ہوا؟"

(History of Turkey by A. De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346 & 348 Broadway, 1855. vol.1 pp.154-155)

۞ جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ:

"کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جس شخص نے حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے، جس میں اُس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے، خدائے برحق کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں، وہ جھوٹا نبی تھا؟ کیا ہم اس سرگرم اور پُرجوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائیاں مکر پر مبنی تھیں؟ نہیں، ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت اُن کے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے اُن کو بھی کبھی آپ کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا"۔ پھر لکھتا ہے کہ: "یہ بات یقینی طور پر کامل سچائی کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اگر مغربی شہزادے مسلمان مجاہدین اور ترکوں کی جگہ ایشیا کے حکمران ہو گئے ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ اس مذہبی رواداری کا سلوک نہ کرتے جو مسلمانوں نے عیسائیت کے ساتھ کیا۔ کیونکہ عیسائیت نے تو اپنے ان ہم مذہبوں کو نہایت تعصب اور ظلم کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جن کے ساتھ اُن کے مذہبی اختلافات تھے"۔

(An Apology for Mohammed and the Koran by John Devenport, page 82, Chapter: The Koran, printed by J.Davy and Sons, London, 1882)

۞ پھر مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) اپنی کتاب "A Ranking of the Most Influential Persons in History" میں لکھتے ہیں کہ:

"دنیا پر اثر انداز ہونے والے لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پہلے نمبر کیلئے منتخب کرنا بعض پڑھنے والوں کو شاید حیرت زدہ کرے اور بعض اس پر سوال بھی اُٹھائیں گے۔ لیکن تاریخ میں وہ واحد شخص تھا جو کہ مذہبی اور دنیاوی ہر دو سطح پر انتہائی کامیاب تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی اس بات کا کیسے اندازہ کرے کہ انسانی تاریخ پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس طرح اثر انداز ہوئے؟ دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے بھی اپنے پیروکاروں کی زندگیوں پر ایک گہرا اثر چھوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں پائے جانے والے عظیم مذاہب کے بانیوں کو اس کتاب میں اہم مقام دیا گیا ہے"۔ لکھتا ہے کہ "ایک اندازے کے مطابق دنیا میں عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے دوگنا ہے"۔ (جب اُس نے لکھا تھا اُس وقت کی بات ہے) "اس لحاظ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عیسیٰ سے پہلے رکھنا شاید آپ کو عجیب لگے۔ لیکن میرے اس فیصلہ کے پیچھے دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کے فروغ میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے کردار کی نسبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسلام کے فروغ میں کہیں زیادہ اہم کردار تھا۔ گو کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہی عیسائیت کے روحانی اور

اخلاقی ضابطہ حیات (یعنی وہ عیسائی ضوابط جن کا یہودیت سے اختلاف ہے) کے موجب ہوئے مگر عیسائیت کو فروغ دینے کے حوالہ سے سینٹ پال نے بنیادی کردار ادا کیا۔ عیسائیت کو موجودہ شکل دینے والا اور نئے عہد نامہ کے ایک بڑے حصے کو لکھنے والا سینٹ پال ہی تھا''۔

✡ Karen Armstrong (کیرن آرمسٹرانگ) Muhammad - A Biography of the Prophet میں تحریر کرتی ہے کہ:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بنیادی توحید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز کرنا پڑا۔ جب آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا۔ عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ وہ لوگ ابھی اس اعلیٰ معیار کے نظریہ (یعنی توحید) کے قابل نہ ہوئے تھے۔ درحقیقت اس متشدد اور خوفناک معاشرہ میں اس نظریہ کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہوسکتا تھا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقینا بہت ہی خوش قسمت ہوتے اگر اس معاشرہ میں اپنی زندگی کو بچا پاتے۔ درحقیقت محمد کی جان اکثر خطرہ میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا، پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کامیاب ہوئے۔ اپنی زندگی کے اختتام تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبائلی تشدد کی پرانی روایت کا قلع قمع کر دیا اور عرب معاشرہ کے لئے لادینیت کوئی مسئلہ نہ رہا۔ اب عرب قوم اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی''۔ (Muhammad - A Biography of the Prophet by Karen Armstrong, Page 53,54)

پھر کیرن آرمسٹرانگ ہی لکھتی ہیں کہ: ''آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام''، (عیسائیت کے بارے میں، اپنے مغرب کے بارے میں لکھ رہی ہیں) ''آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام، جس نے مذہبی مباحثات پر پابندی لگائی۔ صلیبی جنگوں کے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یورپ دوسروں کے نظریات کو دبانے کی آرزو میں جنونی ہو چکا تھا اور جس جوش سے اس نے اپنے مخالفین کو سزائیں دی ہیں، مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلافِ رائے کرنے والوں پر مظالم، پروٹسٹنٹ پر کیتھولک کے مظالم اور اسی طرح Catholics پر Protestants کے مظالم کی بنیاد اُن پیچیدہ مذہبی عقائد پر تھی جن کی اجازت یہودیت اور اسلام نے ذاتی معاملات میں اختیاری طور پر دی ہے۔ عیسائی ملحدانہ عقائد کا یہودیت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں جن کے مطابق (عیسائی مذہب) الوہیت کے بارے میں انسانی تصورات کو ناقابلِ قبول حد تک لے جاتا ہے بلکہ اسے مشرکانہ بنا دیتا ہے''۔ (ایضاً Page 27)

✡ پھر اینی بسانٹ (Annie Besant) اپنی کتاب "The Life and Teachings of Muhammad" میں لکھتی ہے کہ:

''ایک ایسے شخص کیلئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اُس نے اپنی زندگی گزاری، اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اِس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے۔ مَیں جو باتیں کہہ رہی ہوں اُن کے متعلق بہت لوگوں کو شاید پہلے سے علم ہوگا لیکن میں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کیلئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اُس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے''۔

(The Life and Teachings of Muhammad, Madras, 1932, p.4)

✡ Ruth Cranston (روتھ کرینسٹین) World Faith میں لکھتی ہیں کہ:

''محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی، مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحے اور طریق سے لڑے جو اُس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ چودہ کروڑ عیسائیوں میں سے (1949ء میں یہ کتاب چھپی تھی) جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو تہ تیغ کیا ہو۔ عرب کے نبی کے ہاتھوں ساتویں صدی کے تاریکی کے دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اس بیان کی تو حاجت ہی نہیں جو قتل انکوزیشن (Inquisition) اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ ان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں پھر رہے تھے''۔ (World Faith by Ruth Cranston, Haper and Row Publishers, New York, 1949, page 155)

✡ Godfrey Higgins (گاڈفرے ہیگنز) لکھتے ہیں کہ:

''اس بات سے زیادہ عام طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آتی کہ عیسائی پادری محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اُس کے تعصب اور غیر رواداری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں، عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے یہ۔ کون تھا جس نے سپین سے ان مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے، بھگا یا تھا کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور اُن کو غلام بنا لیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے؟ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو اُن کے مذہب، اُن کے پادریوں، لاٹ پادریوں اور راہبوں اور اُن کے گرجا گھروں کو اپنی جاگیر پر پُرامن طور سے رہنے دیا''۔

(As Cited in Apology for Mohammed by Godfrey Higgins, Lahore, page 123-124)

پس یہ مقابلہ یہ کر رہا ہے عیسائیوں اور مسلمانوں کا۔

پھر یہی گاڈفرے آگے لکھتے ہے کہ: ''خلفائے اسلام کی تمام تر تاریخ میں انکوزیشن (Inquisition) جیسی بدنام چیز سے نصف سے بھی کم بدنام چیز ہمیں نہیں ملتی۔ کوئی ایک واقعہ بھی کسی کو مذہبی اختلاف کی بنا پر جلا دینے یا کسی کو محض اس وجہ سے موت کی سزا دینے کا نہیں ہوا کہ مذہبِ اسلام کو قبول کیوں نہیں کرتا؟'' (ایضاً صفحہ 128-125)

یہ اُس تعلیم کا اثر تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی تھی۔

✡ (History of the Saracen Empire) میں ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتے ہیں کہ:

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کی تبلیغ کے بجائے اُس کا دوام (یعنی ہمیشہ قائم رہنا) ہماری حیرت کا موجب ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ اور مدینہ میں جو خالص اور مکمل نقش جمایا وہ بارہ صدیوں کے انقلاب کے بعد بھی قرآن کے انڈین، افریقی اور ترک نو معتقدوں نے ابھی تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ مریدانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مذہب اور عقیدت کو ایک انسان کے تصور سے باندھنے کی آزمائش اور وسوسے کے مقابل پر ڈٹے رہے۔ اسلام کا سادہ اور ناقابل تبدیل اقرار یہ ہے کہ میں ایک خدا اور خدا کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''خدا کی یہ ذہنی تصویر بگڑ کر مسلمانوں میں کوئی قابلِ دید بُت نہیں بنی'' (یعنی یہ تصویر تھی خدا تعالیٰ کی جو مسلمانوں میں بت نہیں بنی)۔ ''پیغمبر اسلام کے اعزازات نے انسانی صفت کے معیار کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور ان کے زندہ فرمودات نے ان کے پیروکاروں کے شکر اور جذبۂ احسان کو عقل اور مذہب کی حدود کے اندر رکھا ہوا ہے''۔

(History of the Sarasun Empire by Edward Gibbon, Alex Murray and Sons, London, 1870, page 54)

اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس کے مقابلے میں عیسائیوں نے بندے کو خدا بنا لیا۔

اللہ کرے کہ دنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لاتعلق رہنے یا مخالفت اور استہزاء کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔ دنیا کے نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر حقیقت پسند منصف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہوگا جیسا کہ مَیں نے آپ کو بہت سارے اقتباس پڑھ کر سنائے اور بے شمار اور بھی ہیں۔ پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہی ثابت ہوتی ہے اور آپ کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے مقامِ ختم نبوت جس کا ہر احمدی نے دنیا میں پرچار کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔

✡ ✡ ✡

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**انسان اصل میں اُنسان سے ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔**'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری۔ صدر وضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۱۳ء

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کی روشنی میں

محمد حمید کوثر۔ ناظر دعوۃ الی اللہ قادیان

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۝ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَیَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۝ (الفتح آیت نمبر ۲، ۳)

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

قابل احترام صدر اجلاس ومعزز سامعین!

آپ نے سماعت فرمایا کہ خاکسار کی تقریر کا عنوان ''سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کی روشنی میں'' ہے۔

سیرۃ عربی زبان کا لفظ ہے جو سارَ یسیرُ سِیرۃً سے بنا ہے۔ اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان کی سیرت بیان کی جاتی مقصود ہے اُس کا دوسرے انسانوں سے سلوک، اُس کا اپنا طرز عمل اور طریقِ حیات کیا ہے۔ پس اس مفہوم کی روشنی میں تقریر کا موضوع یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طرز عمل اور اسوۃ طیبہ بیان کیا جائے جو آپ نے قمری حساب سے 1429 سال قبل 6 ہجری بمطابق مارچ 628 عیسوی کو حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ کے ساتھ ایک ''معاہدہ صلح'' کے سلسلے میں بنی نوع انسان کے لئے پیش فرمایا تھا۔ اور عصر حاضر میں جو اقوام باہم متصادم ہیں اور صلح کرنا چاہتی ہیں وہ رسول کریم ﷺ کی سیرت کے اِس پہلو سے استفادہ کرسکتی ہیں۔

سامعین کرام! ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کے نزول کا آغاز 20 اگست 610 عیسوی کو غار حِرا مکہ میں ہوا تھا۔ اسکے ساتھ ہی دین اسلام کی ابتداء ہوئی اور اسمیں شامل ہونے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ اسلام کی اس ترقی کے ساتھ ساتھ کفار مکہ کی طرف سے مخالفت اور ایذاء رسانی کا سلسلہ بھی شدت اختیار کرنے لگا۔ مسلمان کمزور ہونے کے باوجود قوت ایمانی سے سرشار تھے۔ اس قوت کی بناء پر ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بزور بازو مقابلہ کی اجازت چاہی۔ اس پر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیۡ اُمِرۡتُ بِالۡعَفۡوِ فَلَا تُقَاتِلُوۡا۔ مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے اس لئے میں تمہیں لڑائی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب اسلام کے آغاز پر 13واں سال گزر رہا تھا کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم اپنی انتہاء کو پہنچ گئے اور مسلمانوں کا مکہ میں جینا محال ہوگیا ایسی صورت حال میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں نے اذنِ الٰہی سے اپنے پیارے وطن سے ہجرت کا فیصلہ کیا اور ستمبر 622 عیسوی کو مکہ چھوڑ کر 300 میل دور مدینہ کی طرف چلے گئے۔ مکہ سے روانہ ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت بھرے الفاظ میں فرمایا کہ اے مکہ کی بستی تو مجھے سب مقامات سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

مسلمانوں نے انتہائی مجبوری کی حالت میں مکہ سے ہجرت کی۔ مگر اُنکے دل ودماغ سے مکہ مکرمہ کی یاد ایک لمحہ کے لئے بھی محو نہ ہوسکی۔ وہ دن رات اُم القریٰ اور بلد الامین کو یاد کرتے رہتے۔ سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ محض اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ کی گلیوں میں گھسیٹے گئے مگر مکہ کو بڑے درد سے یاد کرتے ہوئے یہ عربی شعر پڑھتے:

اَلَا لَیۡتَ شِعۡرِیۡ هَلۡ اَبِیۡتَنَّ لَیۡلَةً
بِوَادٍ وَ حَوۡلِیۡ اِذۡخِرٌ وَ جَلِیۡلٌ
وَهَلۡ اَرِدَنۡ یَوۡماً مِیَاهُ مَجَنَّةٍ
وَهَلۡ یَبۡدُوۡنۡ لِیۡ شَامَةٌ وَ طَفِیۡلٌ

''کاش مجھے یہ معلوم ہوجاتا کہ کبھی میں ایک رات بھی وادی مکہ میں گزار سکوں گا جب کہ میرے اردگرد (خوشبودار گھاس) اِذخر اور جلیل ہوں گی، اور کیا ایک دن بھی مجھے ایسا مل سکے گا جب میں مقام مجنہ کے پانی پر جاؤں گا اور کیا شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں ایک نظر دیکھ سکوں گا''۔

سامعین کرام! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مکہ سے جُدائی کے درد کو ان اشعار میں بیان فرمایا۔ ان اشعار کو پڑھ کر حضرت نواب مُبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے وہ اشعار یاد آجاتے ہیں جو انہوں نے قادیان دار الامان سے ہجرت کے وقت قادیان دار الامان میں رہنے والے درویشان کرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہے تھے۔ آپ فرماتی ہیں:

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیار مہدی آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جسکو بنا چکے ہیں حرم
تم اُس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو

سامعین کرام! صحابہ کرام بظاہر مدینہ میں رہائش پزیر تھے مگر اُن کے دل ودماغ مکہ میں بس رہے تھے۔ دن رات اُس کی زیارت کی توفیق پانے کے لئے دُعائیں کرتے۔ جب مکہ واپسی کے انتظار میں چھ سال بیت گئے۔ انہیں دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کررہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو تحریک فرمائی کہ وہ عمرہ کے لئے روانہ ہونے کی غرض سے سفر کی تیاری کر لیں۔ اس سفر میں کوئی جنگی مقابلہ نہیں ہے۔ اس لئے ہتھیار ساتھ نہ لیں۔ البتہ عرب کے رواج کے مطابق اپنی اپنی تلوار نیاموں میں بند اپنے ساتھ رکھیں۔ اس تحریک کے مطابق آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ ماہ ذوقعدہ 6 ہجری بمطابق مارچ 628ء بروز پیر بوقت صبح مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔

دوسری طرف جب کفار قریش کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ سے روکنے کے لئے ہر ممکن تیاری کر لی۔ ادھر حضور ﷺ جب بمقام حدیبیہ پہنچے جو کہ مکہ سے صرف نو میل کے فاصلہ پر تھا تو آپ ﷺ کی اونٹنی جس کا نام القصویٰ تھا یکلخت زمین پر بیٹھ گئی۔ اور باوجود کوششوں کے اُٹھنے کے لئے تیار نہیں ہورہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ شاید تھک گئی ہوگی مگر حضور ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں یہ تھکی نہیں ہے بلکہ جس اللہ نے اصحاب الفیل کے ہاتھی کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکا تھا اُسی نے اب اس اونٹنی کو بھی روکا ہے۔ پس اللہ کی قسم مکہ کے قریش جو مطالبہ بھی مجھ سے صلح کی خاطر کریں گے میں اُسے قبول کروں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو پھر اُٹھنے کی آواز دی اور خدا کی قدرت کہ اس دفعہ وہ فوراً اُٹھ کر چلنے کو تیار ہوگئی۔ اس پر آپ ﷺ اس اونٹنی کو وادی حدیبیہ کے پرلے کنارے کی طرف لے گئے اور وہاں ایک چشمہ کے پاس ٹھہر کر اونٹنی سے نیچے اُتر آئے اور اسی جگہ آپ ﷺ کے فرمانے پر صحابہ نے ڈیرے ڈال دیئے۔

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ چشمے کا پانی ختم ہوکر خشک ہوگیا ہے۔ اور انسان اور جانور سخت تکلیف میں ہیں۔ اس کے لئے کیا کیا جائے۔ حضور ﷺ نے ایک تیر لیا اور حکم دیا کہ اس تیر کو خشک شدہ چشمہ کی تہ میں نصب کر دیا جائے۔ اور آپ ﷺ خود چشمہ کے قریب تشریف لائے اور تھوڑا سا پانی لیکر اُسے منہ میں ڈالا اور پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے یہ پانی اپنے منہ میں سے چشمہ کے اندر انڈیل دیا اور صحابہ سے فرمایا کہ اب تھوڑی دیر انتظار کرو۔ چنانچہ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ چشمہ کے اندر اتنا پانی بھر آیا کہ سب نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے پانی بھر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مزید فضل یہ فرمایا کہ اُسی رات یا اُس کے قریب بارش بھی ہوگئی۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ مناسک عمرہ ادا کرنے آئے تھے وہ کسی قسم کا تصادم یا لڑائی نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ وہ مکہ جائیں اور قریش کو مسلمانوں کے پُر امن ارادوں اور عمرہ کی نیت سے آگاہ کریں اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے ایک تحریر بھی لکھ کردی جو رؤساء قریش کے نام تھی۔ اس

تحریر میں آنحضرت ﷺ نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور قریش کو یقین دلایا کہ ہماری نیت صرف عمرہ کرنے کی ہے اور ہم پُر امن صورت میں عمرہ بجالا کر واپس چلے جائیں گے۔ مکہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ نے حضور ﷺ کی تحریر ایک مجمع عام میں پیش کی۔ اس مخلصانہ وعدہ اور تاکید کے باوجود رؤساء مکہ اس ضد پر قائم رہے کہ بہر حال مسلمان اس سال تو مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ بالآخر حضرت عثمانؓ مایوس ہوکر واپس آنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس موقع پر مکہ کے شریر لوگوں کو یہ شرارت سوجھی کہ انہوں نے غالباً اس خیال سے کہ اس طرح ہمیں مصالحت میں زیادہ مفید شرائط حاصل ہوسکیں گی حضرت عثمانؓ اور انکے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔ اور یہ افواہ مشہور کر دی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر جب بمقام حدیبیہ مقیم آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ نے تمام مسلمانوں کو ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے جمع کیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اگر یہ خبر درست ہے کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو خدا کی قسم ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جو اسلام میں بیعت کا طریق ہے یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اعلان پر تمام صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اُن صحابہ کی تعداد 1400 یا 1500 تھی۔ انمیں سے ہر ایک فرد اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر گویا دوسری دفعہ بِک گیا۔ جب بیعت ہو رہی تھی آنحضرت ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہاں ہوتے تو اِس مقدس سودے میں کسی سے پیچھے نہ رہتے۔‘‘

اس بیعت کو ’’بیعت رضوان‘‘ کہا جاتا ہے۔

اس بیعت کے بارہ میں قرآن مجید میں ذکر ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ (الفتح 11)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح 19)

وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے۔ اللہ مومنوں سے اُس وقت خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔

جب اس بیعت کی اطلاع کفار مکہ تک پہنچی تو وہ خوف زدہ ہوگئے۔ اس بیعت کی اطلاعات نے اُن کے دل و دماغ پر ایک رعب و ہیجان طاری کر دیا۔ وہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام کی فتح کو قریب آتے محسوس کرنے لگے۔ اُنہوں نے فوراً حضرت عثمانؓ اور انکے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ اور اپنے سفراء کو حضور کی طرف اِس تاکید کے ساتھ بھجوایا کہ جس طرح بھی ہو محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ ہماری تھوڑی عزت رہ جائے ہاں یہ شرط ضرور رکھ لیں کہ مسلمان ابھی عمرہ کے لئے مکہ نہ آئیں بلکہ واپس مدینہ چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کے لئے آجائیں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ بھی ابتداء سے یہ عہد کر چکے تھے کہ میں اس موقع پر کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو خانہ کعبہ اور حرم کے احترام کے منافی ہو چنانچہ اِسی مصالحانہ ماحول میں سہیل بن عمرو کفار مکہ کی طرف سے سفیر بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سہیل کا لفظ سہل و سہولت سے بنا ہے اِسی لئے حضور ﷺ نے اس شخص کے نام سے نیک شگون (فال) لیتے ہوئے سہیل بن عمرو کو دیکھتے ہوئے فرمایا اب معاملہ آسان ہوتا نظر آتا ہے۔ سہیل آیا اور آتے ہی حضور ﷺ سے کہنے لگا آیئے ’’معاہدہ صلح‘‘ لکھیں۔ اسپر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلوایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اس لئے اسے نہ لکھا جائے بلکہ عرب کے دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا جائے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے لئے بھی قومی عزت اور مذہبی غیرت کا سوال تھا وہ اِس تبدیلی پر آمادہ نہ تھے بلکہ اُن کا اصرار تھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھا جائے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح سہیل کہتا ہے ویسا ہی لکھا جائے۔ چنانچہ باسمک اللّٰھم کے الفاظ لکھے گئے۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس پر سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ ہم آپ کو رسول اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ سارا جھگڑا ہی اسی پر ہے اس لئے ہم محمد رسول اللہ لکھنے پر اتفاق نہیں کرتے بلکہ یہ لکھا جائے کہ محمد بن عبد اللہ نے یہ معاہدہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ مانیں یا نہ مانیں میں (رسول اللہ) ہوں مگر چونکہ میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں چلو یہی لکھ لیا جائے۔ مگر اِس دوران حضرت علیؓ ’’محمد رسول اللہ‘‘ لکھ چکے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو۔ حضرت علی نے غیرت اور جوش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا میں رسول اللہ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹانے کی جرأت و جسارت نہیں کر سکتا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہیں مٹاتے تو میں خود ہی مٹا دیتا ہوں۔ اور پھر آپ ﷺ نے از خود رسول اللہ کے الفاظ حذف فرما کر عبد اللہ کے الفاظ تحریر فرما دئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معاہدہ یہ ہے کہ اہل مکہ ہمیں بیت اللہ کے طواف سے نہیں روکیں گے۔ سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ خدا کی قسم اس سال تو ہم آپ کو عمرہ نہیں کرنے دینگے کیونکہ اس طرح عربوں میں ہماری ناک کٹ جائے گی ہاں اگلے سال آپ عمرہ کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا ایسا ہی لکھ لو۔ یہ معاہدہ پانچ شرائط پر مبنی تھا۔ جن میں سے چند شرائط یہ تھیں:

1: آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال وہ مکہ آکر مناسک عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ مگر سوائے نیام میں بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوگا۔ اور مکہ میں انکا قیام تین دن سے زائد نہ ہوگا۔

2: سہیل نے ایک شرط یہ لکھوائی کہ اگر کوئی مرد مکہ سے مدینہ چلا جائے خواہ وہ مسلمان ہی ہو آنحضرت ﷺ اُسے مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔ اس شرط کے اصل الفاظ یہ تھے کہ:

لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا۔

لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ آنا چاہے تو مکہ والے اسے واپس مدینہ بھجوانے کے لئے پابند نہ ہونگے۔

3: یہ معاہدہ دس سال کے لئے ہوگا اور اِس عرصہ میں اہل مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔

جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا سہیل بن عمرو جو قریش مکہ کے سفیر بن کر معاہدہ لکھوا رہے تھے انکا جوان سال بیٹا ابو جندل جو مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور اسکے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے روسائے مکہ نے اُسے قید کر رکھا تھا کسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا اور دردناک آواز میں پکار کر کہا کہ اے مسلمانو مجھے محض اسلام قبول کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔ خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔ مسلمان اس نظارہ کو دیکھ کر تڑپ اُٹھے مگر سہیل نے کہا کہ یہ شرط معاہدہ میں لکھی جا چکی ہے اس لئے ابو جندل کو ہمارے حوالہ کریں۔ اگر آپ نے ابو جندل کو نہ لوٹایا تو پھر اس معاہدے کو ختم سمجھیں۔ آنحضرت ﷺ نے سہیل کو فرمایا: احسان اور مروت کے طور پر ہی ابو جندل کو ہمیں دے دو مگر سہیل نے ایک نہ سُنی اور معاہدہ کالعدم کرنے کی دھمکی دینے لگا۔ مجبوراً آنحضرت ﷺ نے ابو جندل کو بڑے درد سے فرمایا: اے ابو جندل! صبر سے کام لو اور خدا کی طرف نظر رکھو۔ اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے ضرور کوئی راستہ کھول دیگا۔ لیکن اسوقت ہم مجبور ہیں کیونکہ اہل مکہ کے ساتھ معاہدہ کی بات ہو چکی ہے اور ہم اسکے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے۔

رسول کریم ﷺ نے اپنے اِس موقف سے بنی نوع انسان کو معاہدہ کا احترام کرنا سکھایا۔ خواہ حالات کا تقاضا کچھ بھی تھا مگر آپ ﷺ نے معاہدہ کی پاسداری فرمائی اور یہی قیام امن کی بنیاد ہے۔

سامعین کرام!! آج دنیا کے بعض ملکوں میں ہمارے بعض احمدی بھائی ابو جندل کی طرح اسیری کے دن کاٹ رہے ہیں۔ اُنہیں ہم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے وہ الفاظ یاد دلاتے ہیں جو آپ نے ابو جندل کو حالتِ اسیری میں کہے تھے:

’’اے ابو جندل صبر سے کام لو اور اللہ کی طرف نظر رکھو۔ اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے ضرور کوئی راستہ کھول دے گا۔ اِس وقت ہم مجبور ہیں.....‘‘

برادران!! ہم اپنے اسیر بھائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعائیں کرتے ہوئے اور اُسی پر توکل کرتے ہوئے یقین دلاتے ہیں کہ آج نہیں تو کل اِن شاءاللہ تعالیٰ وہ ضرور رہا ہوں گے۔ اللہ کرے اُن کی یہ اسیری بہتوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا موجب بن جائے۔ آمین۔

قابل احترام سامعین!! صلح حدیبیہ کے موقعہ پر طے پانے والا معاہدہ بظاہر مسلمانوں کی تمناؤں اور اُمیدوں کے مطابق نہ تھا۔ اِس لئے اُن کی طبائع میں ایک جوش تھا۔ ابتدا میں اُنکے دل و دماغ اس غیر متوقع اور یکطرفہ معاہدہ کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ ابتدائی چند لمحے اسی کشمکش میں گزرے۔ سہیل کے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی قربانیاں ذبح کریں اور سروں کے بال منڈوائیں۔ اور واپس مدینہ جانے کی تیاری کریں۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے اس حکم کی تعمیل میں چند لمحات کی تاخیر کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا صدمہ ہوا۔ آپ خاموش اپنے اُس خیمہ میں تشریف لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ موجود تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں جب اُنہوں نے یہ ساری تفصیل سنی تو ایک طرف ایک سمجھدار شریک حیات کا کردار ادا فرمایا اور دوسری طرف اُم المومنین یعنی مومنوں کی روحانی ماں کا کردار نبھاتے ہوئے اپنے روحانی اور دینی بچوں کی طرف داری فرمائی۔ مومنوں کی اِس روحانی ماں نے بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رنج نہ فرمائیں آپ کے صحابہ نا فرمان نہیں مگر اِس صلح کی شرائط نے انہیں غم سے دیوانہ بنا دیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر جا کر اپنی قربانی کے جانور ذبح فرماویں اور اپنے سر کے بال منڈوا دیں۔ پھر دیکھئے یہ صحابہ کس طرح آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر تشریف لا کر بغیر کچھ کہے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کر کے اپنے سر کے بال منڈوانے شروع کر دیئے۔ صحابہ نے دیکھا تو انہوں نے بھی فوراً اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کے بال مونڈنے اور کاٹنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں دیر کرنے کی وجہ سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے اِس قدر گریہ وآہ وزاری کر رہے تھے کہ حدیبیہ کے میدان میں دیکھنے والے کو یہ نہیں سمجھ آ رہا تھا کہ لوہے کی چھری سے ذبح ہونے والے جانوروں کی چیخیں زیادہ بلند ہیں یا اپنی غلطی پر اظہارِ ندامت و ملامت کی چھری سے ذبح ہونے والے صحابہ کرام کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیبیہ میں تقریباً 20 یوم قیام رہا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ واپسی کے لئے کوچ کا حکم دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عسفان کے قریب کراع الغمیم میں پہنچے تو صحابہ کرام کو فرمایا آج رات مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ۝

ہم نے تم کو ایک کھلی کھلی فتح بخشی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تیرے متعلق کئے گئے وہ گناہ بھی جو پہلے گزر چکے ہیں ڈھانک دیگا۔ اور جو اب تک ہوئے نہیں لیکن آئندہ ہونے کا امکان ہے اُن کو بھی ڈھانک دیگا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا۔ اور تجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔ اور اللہ تیری وہ نصرت کرے گا جو عزت اور غلبہ والی نصرت ہو۔

سامعین کرام! اُس وقت جبکہ بعض مسلمان صلح حدیبیہ کو اپنی شکست خیال کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اُسے فتح عظیم قرار دے رہا تھا۔ بعض وہ مسلمان جو دور اندیش نہ تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ کیا فتح ہے کہ ہم طواف بیت اللہ سے محروم ہو کر واپس جا رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اعتراض انتہائی لغو اعتراض ہے غور کرو کہ وہ قریش جو ہر لمحہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے انہوں نے خود ہی یہ معاہدہ کیا کہ ہم دس سال مسلمانوں سے صلح کے ساتھ رہیں گے اور کوئی جنگ نہ کریں گے۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کے وجود و حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اُنکے ساتھ امن و آشتی کے ساتھ رہنا قبول کر لیا۔ جس کے لئے ہم ابتدائے اسلام سے کوشش کر رہے تھے ہم امن وسلامتی کے ساتھ اہل مکہ کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ ہو کر تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ ادا کریں گے۔

سامعین! آئندہ رونما ہونے والے واقعات و حالات نے ثابت کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ بعینہ پورا ہوا۔ صلح حدیبیہ سے قبل تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے تک نہ تھے۔ لیکن صلح حدیبیہ کی وجہ سے آپسی گفت وشنید وآمد ورفت شروع ہوئی۔ کفار مکہ تجارت کی غرض سے مدینہ آنے لگے اور مدینہ میں مہینوں قیام کرتے۔ مسلمانوں کی عبادت وحسن واخلاق کو دیکھتے۔ اسلامی مسائل زیر بحث آتے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ قبول اسلام سے قبل یہ قریش جو ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہماری ہی طرح گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اب اس حیرت انگیز تبدیلی کا محرک کیا ہے۔ اسکا ایک ہی جواب سمجھ آتا اور وہ تھا قبول اسلام۔ چنانچہ اُن میں سے اکثر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس جاتے۔ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص کو بھی اِسی عرصہ میں قبولیت اسلام کی توفیق ملی۔ جنگیں اُنہیں اسلام میں داخل کروانے کا موجب نہ بنیں بلکہ صلح فتح عظیم ہی انہیں اسلام میں داخل کرنے کا باعث بنیں اور پھر آگے چل کر انہی دونوں بزرگان کو فاتح شام اور فاتح مصر بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر طے پانے والے معاہدے کے مطابق اگلے سال ذوالقعدہ 7 ہجری بمطابق مارچ 629 عیسوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسک عمرہ ادا کیا۔ اور قرآن مجید کے الفاظ بڑی شان سے پورے ہوئے: لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوۡلَهُ الرُّءۡيَا بِالۡحَقِّ ۚ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ ۙ مُحَلِّقِيۡنَ رُءُوۡسَكُمۡ وَمُقَصِّرِيۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ
(الفتح آیت نمبر 28)

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو اسکی رویا حق کے ساتھ پوری کر دکھائی کہ اگر اللہ چاہے گا تو تم ضرور بالضرور مسجد حرام میں اس حالت میں داخل ہوگے، اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے ایسی حالت میں کہ تم خوف نہیں کروگے۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ایک تاریخی جائزہ کے مطابق تیرہ سال مکی زندگی والے اور قریباً 6 سال تک مدنی زندگی والے کُل 19 سال بنتے ہیں۔ اس عرصہ میں اسلام صرف 1400 مسلمان پیدا کر سکا۔ مگر اُس زمانہ میں جو صلح حدیبیہ سن 6 ہجری سے فتح مکہ سن 8 ہجری تک کا ہے صرف ان 2 سال کی پُر امن تبلیغ نے اس تعداد میں آٹھ ہزار چھ سو مسلمان جوانوں کا اضافہ کر دیا۔ اس میں عورتوں اور بچوں کی تعداد شامل نہیں ہے۔

یہ حیرت انگیز فرق اس طرح پیدا ہوا کہ جنگ کے زمانہ میں کافروں اور مسلمانوں کے درمیان میل ملاقات کا بہت کم موقع ملتا تھا اسلئے انہیں اسلام کی دلکش تعلیم سُننے کا موقع نہ ملتا تھا۔ مگر صلح اور امن کے زمانہ میں جب انہوں نے اسلامی تعلیمات کو بغض وتعصب کو چھوڑ کر سُنا اور دیکھا تو وہ اسلام کے گرویدہ ہونے لگے اور اسلام کی صداقتیں اُنکے دل ودماغ میں سرایت کرنے لگیں۔

سامعین! تاریخی حقائق بتا رہے ہیں کہ اسلام جتنا امن وصلح کے زمانہ اور ماحول میں عوام الناس نے قبول کیا جنگ لڑائی وتصادم

SINDHI BROTHERS MEAT SHOP
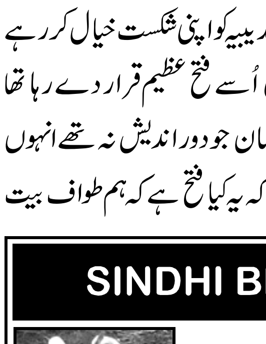
بکرا و مرغا
قربانی صدقہ اور شادی پارٹی کیلئے
حلال گوشت دستیاب ہے
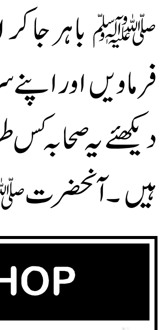
Prop. Tariq Ahmadiyya Mohalla Qadian
Mob. 9780601509, 9888266901, 9988748328

Prop. Md. Mustafa Late Abdul Qadeer Laadji Yadgir (K.A)
09845924940, 09986253320
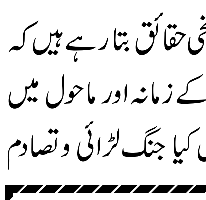

BHARAT BATTERIES
SHAHPUR-KARNATAKA
Mfrs of: BHARAT BATTERY & BHARAT PLATES
Spl: In: All kinds of Batteries
Opp. Bajaj Show Room, B.B.ROAD, Shahpur- 585 233, Yadgir, Karnataka

کے ماحول میں اُس قدر قبول نہ کیا۔ پس یہ حقائق اعلان کر رہے ہیں کہ اسلام صرف محبت کے ماحول میں پھیلنے والا دین ہے۔

سامعین کرام! اسلام کی ابتدائی تین صدیوں کی خیر اور فیج اعوج کے ایک ہزار سال کی تاریکیوں کے بعد قرآن مجید کی سورۃ الجمعۃ میں مذکور پیشگوئی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے مظہر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معھود علیہ السلام کے ذریعہ احیاء دین کے لئے صلح کے ایک جدید دور کا آغاز ہوا۔ یہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالی دور ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا:

’’سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ لہذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ۔ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو‘‘۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۹۹ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۹)

سامعین کرام!! جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کے اِس اعلانِ صلح کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام تیزی سے اکناف عالم تک پھیلنا شروع ہوگئی اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نصرہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ ۲۰۱۳ کے موقع پر فرمایا کہ دوسو چار ملکوں میں اس سلسلہ کا قیام ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بہت جلد بڑی شان سے پوری ہوگی۔

’’اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دیگا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا‘‘ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

(آل عمران آیت 98)

یعنی اللہ نے لوگوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا حج کریں جو بھی اُس تک جانے کی توفیق پائے۔ یعنی حج اُس مسلمان پر فرض ہے جو مال کے اعتبار سے صحت جسمانی کے اعتبار سے، راستہ میں امن و امان ہونے کے لحاظ سے سفر کی استطاعت رکھتا ہے۔ جس طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر فرض ہے جو صاحب نصاب نہیں اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں اسی طرح حج صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ دوسرے پر فرض نہیں۔ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ہے ہر سال استطاعت رکھنے والے افراد جماعت فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی باوجود راستہ کی دشواریوں کے حج کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگمؓ بیان فرماتی ہیں کہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعودؑ نے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپؑ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروا دیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو بھیج کر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے حج بدل کروایا تھا اور سارے اخراجات والدہ صاحبہ نے خود برداشت کئے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۴۵، روایت نمبر ۵۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحبؓ نے ۱۸۶۵ اور ۱۸۶۶ء میں فریضۂ حج ادا کیا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نومبر ۱۹۱۲ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اور ۷ نومبر ۱۹۱۲ء کو جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے آپؓ نے ایک نظم کہی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

میری خواہش ہے کہ دیکھوں اُس مقام پاک کو
جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تیری اُم الکتاب
میرے والد کو بھی ابراہیم ہے تونے کہا
جس کو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب
ابن مریم بھی ہوں اور تشنہ لب بھی ہوں
اس لئے جاتا ہوں میں مکہ میں بأمید آب

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

سیدنا المصلح الموعودؓ نے مناسک حج ادا کئے اور پھر واپس تشریف لائے۔ الغرض جماعت احمدیہ کے صاحب استطاعت افراد ہر سال حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہیں مگر کچھ عرصہ سے بعض ملکوں میں کُچھ حکومتی و غیر حکومتی ادارے افراد جماعت کو حج بیت اللہ کے لئے جانے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ نہ جانے اُنکو یہ حق کس نے دیا ہے۔ بہر حال ہم جماعت احمدیہ کو حج و عمرہ سے روکنے والوں کو صلح حدیبیہ کے واقعات کی مناسبت سے آگاہ اور متنبہ کرتے ہیں کہ اُن کفار مکہ کے انجام کو پیش نظر رکھیں جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ مکرمہ جانے سے روکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور جنکو روکا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو کعبہ مشرفہ کی کنجیاں دلوا دیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مُبارک میں ایک صحابی نے حج میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر فرمایا اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’ہم آپ کو ایک نصیحت کرتے ہیں۔ ایسا ہو کہ اُن تمام امور تکالیف سے آپ کی قوت ایمانی میں کسی قسم کا فرق اور تزلزل نہ آوے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء ہے۔ اُس سے پاک عقائد پر اثر نہیں پڑنا چاہئے۔ اِن باتوں سے اُس متبرک مقام کی عظمت دلوں میں کم نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس سے بدتر ایک زمانہ گزرا ہے کہ یہی مقدس مقام نجس مشرکوں کے قبضہ میں تھا اور انہوں نے اُسے بُت خانہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ یہ تمام مشکلات و مصائب خوش آئند زمانے اور زندگی کے درجات ہیں۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی زمانہ کی حالت خطرناک ہوگئی تھی اور کفر و شرک اور فساد اور ناپاکی حد سے بڑھ گئے تھے تو اس ظلمت کے بعد بھی ایک نور دُنیا میں ظاہر ہوا تھا۔ اُسی طرح اب بھی اُمید کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان مشکلات کے بعد کوئی بہتری کے سامان بھی پیدا کر دیگا اور خدا کوئی سامان اصلاح پیدا کر دیگا بلکہ اسی متبرک و مقدس مقام پر ایک اور بھی ایسا ہی خطرناک اور نازک وقت گزر چکا تھا جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی تھی کہ: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ ۔ (الفیل آیت نمبر ۲)

غرض یہ اب تیسرا واقعہ ہے۔ اسکی طرف بھی اللہ تعالیٰ ضرور توجہ کریگا اور خدا کا توجہ کرنا تو پھر قہری رنگ میں ہی ہوگا‘‘

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۵۳۴)

رُکاوٹیں پیدا کرنے والے صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرح ہزار رکاوٹیں کھڑی کر لیں۔ افراد جماعت احمدیہ کے دلوں سے اس متبرک مقام کی محبت کبھی کم نہ ہوگی اور ہر احمدی حضرت المصلح الموعودؓ کے اس شعر کے ذریعہ یہ دُعا کرتا رہے گا۔

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دُعا گو
کعبہ کو پہنچتی رہیں ربوہ کی دُعائیں

دُعا ہے کہ دُنیا کا ہر احمدی گھرانہ ربوہ کا مثیل بن کر کعبہ کی بڑائی اور ملت کے لئے ہمیشہ دُعائیں کرتا رہے اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دُعائیں کعبہ میں اپنی اُمت کے لئے کی ہیں انکا فیض ہر احمدی گھرانہ کو پہنچتا رہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۞

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

www.intactconstructions.org
وَسِّعْ مَكَانَكَ
الہام حضرت مسیح موعودؑ
Intact Constructions
Mohammad. Janealam Shaikh
52 First Floor, Room 7, Zakria Masjid Street
Bhishti Mohalla, Mumbai-09
e-mail: intactconstructions@gmail.com
Mob. +91- 7738340717, 9819780273

Love For All Hatred For None
SPARSH INFO SOLUTIONS PVT. LTD.
Employee Background Verification Company, Bangalore
Mob.: 9900077866,
Website: www.sparshinfo.co.in
DIRECTOR VALIYUDDIN K
"FOR FIELD EXECUTIVE JOBS CONTACT US"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے صحابہ کرام خواتین اور بچوں کی تربیت کا انداز

عبدالمومن راشد۔ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً وثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا..... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیا ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔

(اتمام الحجۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

موجودہ زمانہ میں کتاب The Hundred میں پہلے نمبر پر شائع ہونے والے مضمون ’’محمد دنیا کا سب سے بڑا موثر انسان‘‘ کا بہت چرچا ہوا ہے۔ کتاب کے مصنف مسٹر مائیکل ہارٹ نے اربوں انسانوں میں سے جو روئے زمین پر اب تک پیدا ہو چکے ہیں حضور صلعم کو سب سے موثر انسان قرار دیتے ہوئے سو عظیم شخصیتوں کی فہرست میں نمبر ایک شخصیت قرار دیا ہے۔ جس نے تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ اور دیرپا اثر چھوڑا ہے۔ ایسا اثر جس نے لوگوں کی زندگیوں کو خاص رنگ میں رنگین کیا اور دنیا کو بھی ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا۔ مصنف لکھتے ہیں۔

’’میرا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی انتہائی مؤثر شخصیات کی فہرست میں سب سے اوپر رکھنا شاید بعض لوگوں کیلئے حیرت ناک اور بعض کیلئے قابل اعتراض ہو لیکن آپؐ ہی تاریخ انسانی کی ایسی منفرد شخصیت ہیں جو دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے انتہائی کامیاب ثابت ہوئے .... محمد (صلعم) نے کمزور حیثیت سے زندگی کا آغاز کرتے ہوئے دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھی اور اُسے زندگیوں میں نافذ کیا اور پھر ایک انتہائی موثر کن سیاسی راہنما بن کر اُبھرے۔ (اُسوۂ انسانِ کامل صفحہ 666)

مُردوں کو زندگی دینے والے مبارک نبی، تاریخ انسانی کی منفرد اور دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے کامیاب شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پڑھ گمراہ اور غیر مہذب قوم کو سایہ عاطفت میں لیکر اپنے حسن اخلاق، محبت و شفقت اور دعاؤں سے ان کی تعلیم و تربیت کے ایسے اسلوب و انداز اختیار فرمائے کہ بہت مختصر مدت میں ان کے دل اور دماغ روشن ہوئے خدا نما وجود بن کر آسمان روحانیت کے ستارے بن گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰة علیك السلام

آپؐ نے عرب قوم کی تربیت کے لئے جو انداز موقع محل اور حالات کی مناسبت سے اختیار فرمائے اُن میں سے چند نمونے احادیث کی روشنی میں پیش ہیں۔

صحابہ کرام کی تربیت

صحیح عقیدہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے دلوں میں صحیح عقیدہ راسخ کرنے کیلئے اپنی مساعی بروئے کار لائیں اور توحید کو ان کے دلوں میں راسخ فرمایا۔ غیر اللہ کی عبادت کو ان کے دل و دماغ سے محو کیا۔ اس واقعہ سے اس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے جب نجاشی کے سامنے صحابہ کرام حاضر ہوئے اور نجاشی نے ان سے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے اپنی قوم کو کیوں چھوڑا ہے اور نئے مذہب کو کس وجہ سے قبول کیا ہے۔ اس کا جواب دینے کیلئے حضرت جعفر بن ابی طالب کھڑے ہوئے اور فرمایا:

’’اے بادشاہ ہم جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے اور ہر برا کام کرتے، قطع رحمی کرتے اور پڑوسی کو تنگ کرتے تھے۔ ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک شخص کو رسول بنایا۔ ہم اس کے نسب، سچائی، امانت، پاکیزگی وشرافت سے واقف تھے۔ اُس نے ہمیں اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور یہ کہ ہم پتھروں کے ان بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ اُس نے ہمیں سچ بولنے، صلہ رحمی کرنے، امانت حقدار کو ادا کرنے، پڑوسی سے حسن سلوک کرنے، حرام کاموں اور قتل وغارت سے منع کیا اور اُس نے ہمیں بدکاری کرنے جھوٹ بولنے یتیم کا مال کھانے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا۔ اور اُس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اُس نے ہمیں نماز پڑھنے کا زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔ لہٰذا ہم نے اُس کی تصدیق کی اور اُس پر ایمان لائے اور جس چیز کو اُس نے حرام بتایا ہم نے اُسے حرام سمجھا اور جسے اُس نے حلال بتایا ہم نے اس کو حلال سمجھا۔

(مسند احمد جلد ۱، ۲۰۳۔۲۰۱)

اس گفتگو سے جو نجاشی اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابہ کی بھرپور تربیت اور صحیح عقائد پر ان کی بنیاد اور خدا سے دلوں کا ربط بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ عطاء نے بہت سے صحابہؓ سے یہ واقعہ سنا کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی ایک لونڈی تھی جو انکی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ عبداللہ بن رواحہ نے اُس کو ایک بکری کا خاص طور پر خیال رکھنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ بکری موٹی تازی ہوگئی۔ ایک دن چرواہن بعض اور جانوروں کی دیکھ بھال میں مصروف تھی کہ ایک بھیڑیے نے آکر اُس بکری کو چیر پھاڑ دیا۔ عبد اللہ بن رواحہ نے اس بکری کو نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھا۔ چرواہن نے سارا واقعہ بتا دیا۔ جس پر انہوں نے چرواہن کو ایک تھپڑ مارا۔ بعد میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو بڑی اہمیت دی اور فرمایا کہ تم نے ایک مومنہ کے منہ پر تھپڑ مارا؟ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا حضور وہ تو حبشن ہے اور جاہل سی عورت ہے۔ اسے دین وغیرہ کا علم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس چرواہن کو بلا بھیجا اور اسے پوچھا۔ اللہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا آسمان پر۔ پھر آپؐ نے دریافت کیا۔ میں کون ہوں؟ اس نے جواباً کہا اللہ کے رسول۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا یہ مومنہ ہے اُسے آزاد کردو۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے اُسے آزاد کردیا۔

(مسند الامام الاعظم الایمان والاسلام بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 244)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا جنہوں نے بعض مسلمانوں کو قتل کرکے جلا دیا تھا۔ ہم نے صبح صبح ان کے چشموں پر ہی ان کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا جب ہم نے اُس کو جالیا اور اسے مغلوب کرلیا تو وہ بول اُٹھا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یعنی اُس نے اظہار کیا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس بات پر میرا انصاری ساتھی رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کرکے چھوڑا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اسامہ! کلمہ توحید پڑھ لینے کے باوجود تم نے اسے قتل کردیا؟ کیا تو نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود اسے قتل کردیا؟ آپؐ بار بار یہ دہراتے جا رہے تھے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی، کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوتا (تاکہ یہ غلطی مجھ سے سرزد ہی نہ ہوتی)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جبکہ اُس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیا تو پھر بھی تو نے اُسے قتل کردیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اُس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تو کیوں نہ تو نے اُس کا دل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دل سے کہا یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا تاکہ یہ غلطی میرے نامہ اعمال میں نہ لکھی جاتی۔

(بخاری کتاب المغازی)

حضرت عبید اللہ بن عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ مقداد بن عمرو کندیؓ جو جنگ بدر میں شامل ہوئے تھے، انھوں نے مجھے بتایا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور اگر کسی کافر سے میری مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ تلوار سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر اپنے بچاؤ کی خاطر درخت کی اوٹ میں ہو جائے اور کہے کہ میں خدا پر ایمان لاتا ہوں تو کیا میں اُسے اس کے یہ کہنے کے بعد قتل کرسکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔ مقداد نے عرض کیا حضور!

اُس نے تو میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے۔ پھر اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ رہا ہے تو کیا میں اُسے قتل نہ کردوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں جب وہ ایمان کا اقرار کرتا ہے تو تم اس کو قتل نہیں کرسکتے۔ اگر تم اس اقرار کے بعد اسے قتل کروگے تو تم اس مقام پر ہو گے جس پر وہ تھا یعنی وہ مومن اور تم کافر قرار پاؤ گے۔

(بخاری کتاب الدیات بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 246)

نماز کے متعلق صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کا پُرشفقت انداز

نماز کی اہمیت اور اس کے فوائد و برکات کے متعلق چند احادیث مبارکہ پیش ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گذر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اُس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے۔ اور کمزوریاں دور کردیتا ہے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 253)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں اور سزا کا مستحق ہوں۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اُس شخص نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو اُس نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں سزا کا مستحق ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے مقررہ قانون کے مطابق سزا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا جی حضور پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس نیکی کی وجہ سے تجھے بخش دیا گیا ہے۔ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(بخاری کتاب المحاربین اِذَا اَقَرَّ بِالْحَقِّ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 254)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ معاذؓ آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد اپنے قبیلہ میں آکر امامت کرایا کرتے تھے ایک رات حضورؐ کے ساتھ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد اپنے قبیلہ والوں کو نماز پڑھانے لگے تو سورہ بقرہ پڑھنا شروع کردیا ایک شخص جس کا نام حزام یا حزم انصاری تھا، نے نماز توڑ کر اپنی الگ نماز پڑھ لی اور چلا گیا۔ تو لوگوں نے اُس شخص سے کہا کہ کیا تم منافق ہو گئے ہو۔ جو تم نے ایسا کیا (یعنی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کی) اس شخص نے کہا خدا کی قسم میں منافق تو نہیں ہوں لیکن میں حضور کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کروں گا۔ پھر وہ شخص حضور کی خدمت میں خود حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ہم کھیتی باڑی والے لوگ ہیں۔ دن بھر کام کاج کرکے تھک جاتے ہیں۔ اور معاذ ہیں کہ سورۃ بقرہ (نماز میں) پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ سن کر حضورؐ معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ تم فلاں فلاں سورتیں پڑھا کرو۔

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے کہا کہ ابو زبیر نے جابر سے ہمارے پاس تو یوں حدیث بیان کی کہ حضور نے فرمایا۔ تم وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالضُّحٰى۔ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى۔ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى۔ پڑھا کرو اس پر عمرو نے کہا یہ درست ہے۔ (صحیح مسلم حدیقۃ الصالحین صفحہ 277)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اور اُس نے نماز پڑھی پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ چنانچہ وہ گیا اور پھر نماز پڑھی اور آکر آنحضرت ﷺ کو سلام کیا آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ایسا تین دفعہ ہوا۔ تو اُس آدمی نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچائی دے کر بھیجا ہے، اس سے زیادہ بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لئے آپ ہی مجھے نماز پڑھنے کا صحیح صحیح طریق بتائیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کہو پھر حسب توفیق قرآن پڑھو پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر سجدہ سے اُٹھ کر پوری طرح بیٹھو اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو۔ اس طرح ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھو۔

(بخاری کتاب الاذان بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 282)

قرآن کریم کی اہمیت و افادیت اور اس کی عظمت و شان کے بارہ میں بھی آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کی بہت اچھے انداز میں تربیت فرمائی اور اُن کے دلوں میں اس امر کو جاگزین کیا۔ چند احادیث پیش ہیں۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اُس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اُس کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گل ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اُس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظل کی ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

ایک اور حدیث نبوی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے تین دن سے کم عرصہ میں قرآن کریم کو ختم کیا اُس نے قرآن کا کچھ بھی نہیں سمجھا۔ (یعنی قرآن کریم جلدی جلدی نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ معانی و مطالب پر غور و فکر کرتے ہوئے تلاوت کرنی چاہئے)

(ترمذی ابواب القرأۃ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 221)

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی مسجد جا کر قرآن کی دو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے یا دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے تو یہ اونٹنیوں کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ اسی طرح زیادہ آیات کی تلاوت زیادہ اونٹنیوں کے صدقہ سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ فضائل قرآن صفحہ 456)

اعلیٰ اخلاق اپنانے اور صفات حسنہ سے مزین ہونے کی تلقین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''تمہارا اپنے مسلمان بھائی کا اس انداز میں ذکر کرنا جو اُسے ناگوار گزرے'' کسی نے عرض کیا کہ ''اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں ایسی بات کا ذکر کرے جو واقعتاً اُس میں ہو تو؟'' آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ برائی اُس شخص میں واقعتاً ہو جب ہی تو غیبت ہوگی اگر نہ ہو تو تب تو تم نے اُس پر بہتان لگایا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلہ والادب)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت کی تاک میں رہا کرتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کی نیکی کے کاموں کی طرف راہنمائی کرتے اور انہیں نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی ترغیب فرماتے۔

حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے صدقہ کرنا ضروری ہے۔ عرض کیا اگر صدقہ کیلئے کچھ نہ پائے تو؟ فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھوں سے ایسا کام کرے کہ اس سے خود بھی نفع حاصل کرے اور صدقہ بھی کرے۔'' عرض کیا کہ اگر اس میں اتنی طاقت نہ ہو یا وہ نہ کر سکے تو؟ فرمایا کہ پھر ضرورت مند کی مدد کرے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ فرمایا کہ پھر اسے چاہئے کہ برائی سے رکا رہے اس کے لئے یہی صدقہ ہوگا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا ہے اس نیکی کے دروازے میں جنت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا اُسے کہا جائے گا اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اسی سے اندر آؤ۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر وہ جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے۔ اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے ان

دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے۔ اسے کسی اور دروازے کی ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی۔؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو۔ (بخاری کتاب الصوم)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے عرض کی کہ دولت مند لوگ سارا ثواب لے گئے۔ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم رکھتے ہیں۔ اور پھر اپنے زائد اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو مال نہیں دیا جو تم بطور صدقہ خرچ کرو؟ یاد رکھو ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ بلکہ وظیفہ زوجیت ادا کرنا بھی صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اپنی خواہش پوری کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر کوئی حرامکاری کا مرتکب ہو تو اس کو گناہ ہوگا تو اسی طرح اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر حلال اور جائز راہ اختیار کرے تو اس کو ثواب بھی ملے گا۔
(مسلم کتاب الزکوٰۃ)

مصائب و مشکلات کے مواقع پیش آنے پر کیا طرز عمل اختیار کیا جائے اس کیلئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کی تربیت فرمائی اس تعلق میں چند احادیث پیش ہیں:

حضرت خباب بن ارتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تکالیف کا ذکر کیا۔ آپؐ کعبہ کے سایہ میں چادر کو سرہانا بنائے لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد نہیں مانگتے اور دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ سختی کے یہ دن ختم کردے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ تم سے پہلے ایسا انسان بھی گزرا ہے جس کے لئے مذہبی دشمنی کی وجہ سے گڑھا کھودا جاتا اور اُس میں اسے گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اُس کے سر پر رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ لیکن وہ اپنے دین اور عقیدہ سے نہ پھرتا اور بعض اوقات لوہے کی کنگھی سے مومن کا گوشت نوچ لیا جاتا، ہڈیاں اور پٹھے ننگے کردیئے جاتے لیکن یہ ظلم اُس کو اپنے دین سے نہ ہٹا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور کمال اور اقتدار بخشے گا یہاں تک کہ اس کے قائم کردہ امن و امان کی وجہ سے صنعاء سے حضر موت تک اکیلا شُتر سوار چلے گا۔ اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ بھیڑیا بکریوں کی رکھوالی کرے گا یعنی وہ لوگ جو اس وقت وحشی ہیں تربیت پا کر دنیا کے رکھوالے بنیں گے لیکن تم جلد بازی دکھا رہے ہو۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ابوبکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور ابوبکر چپ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکراتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔ جب اس شخص نے گالیاں دینے میں حد کردی تو ابوبکرؓ نے بھی جوابًا کچھ الفاظ کہے۔ اس پر حضور علیہ السلام ناراضگی کے انداز میں کھڑے ہوگئے اور چل پڑے۔ ابوبکرؓ نے جا کر حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ حضورؐ جب تک وہ مجھے گالیاں دیتا رہا آپؐ سنتے رہے۔ اور بیٹھے رہے لیکن جب میں نے اس کا جواب دیا تو آپؐ ناراض ہو کر اُٹھ آئے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری طرف سے اسے جواب دے رہے تھے لیکن جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو فرشتے چلے گئے اور شیطان آگیا میں شیطان کے ساتھ کس طرح بیٹھ سکتا تھا۔ پھر فرمایا اے ابوبکر تین باتیں برحق ہیں۔ اول یہ کہ اگر کسی انسان سے زیادتی ہو اور وہ اللہ کی خاطر درگزر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کا مقام عطا کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ جس شخص نے بخشش کا دروازہ کھولا اور اس کا مقصد صرف صلہ رحمی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے مال کو زیادہ کرے گا اور اسے بہت دے گا۔ تیسری یہ کہ جس شخص نے اس غرض سے مانگنا شروع کیا ہے کہ اس کا مال زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو بڑھانے کی بجائے کم کردے گا۔ یعنی تنگ دستی اس کا پیچھا کرے گی۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 796)

احترام آدمیت، شفقت علیٰ خلق اللہ

ابونضرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا جس نے حضور کا وہ خطبہ حجۃ الوداع سُنا جو آپؐ نے ایامِ منیٰ میں دیا تھا۔ کہ آپ نے اپنے اس خطبہ میں فرمایا اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے یاد رکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سُرخ و سفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ و سفید رنگ والے پر کسی طرح کی کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں تقویٰ اور صلاحیت وجہ ترجیح اور فضیلت ہے۔ کیا میں نے یہ اہم پیغام پہنچا دیا لوگوں نے (بلند آواز سے) عرض کیا ہاں اللہ کے رسول نے یہ پیغامِ حق اچھی طرح پہنچا دیا پھر آپؐ نے فریایا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے جواب دیا (ایّام حج کا) بڑا محترم دن ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ (ذوالحجہ کا) بڑا محترم مہینہ ہے۔ پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ (مکّہ کا) بڑا محترم شہر ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ تمہاری جانیں تمہارے اموال (راوی کو یاد نہیں کہ آپؐ نے آبرو کا ذکر بھی فرمایا یا نہیں) اسی طرح قابلِ عزّت اور حُرمت والے ہیں جس طرح یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حُرمت والے ہیں (یعنی جس طرح ان کی بے حُرمتی کا تم خیال بھی نہیں کر سکتے اسی طرح لوگوں کی جانوں اور ان کے مالوں اور ان کی آبروؤں کی بے حرمتی بھی ناجائز ہے۔) پھر آپؐ نے پوچھا۔ کیا میں نے یہ اہم پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسول نے سب کچھ پہنچا دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو جو موجود ہیں وہ ان تک بھی اس پیغام کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۱۱

مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۳۰ عن ابن عباسؓ)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔
(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کیلئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ اس کو شرمندہ یا رُسوا نہیں کرتا۔ آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے پھر فرمایا انسان کی بدبختی کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔
(مسلم کتاب البر والصلہ)

تا قیامت فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کے سلسلہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہنمائی

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ''خیر'' کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے اور میں آپؐ سے ''شرّ'' کے بارے میں سوالات کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں میں ہی اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم جہالت اور شرّ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر اور بھلائی عطا فرمائی تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی ''شرّ'' ہے آپؐ نے فرمایا۔ ''ہاں'' میں نے عرض کیا کہ اس 'شرّ' کے بعد کوئی ''خیر'' بھی ہے

M/S ALLIA
EARTH MOVERS
(EARTH MOVING CONTRACTOR)
Volvo-290, 210, L& T Komatsu PC-300, 200
Tata Hitachi, Ex 70, JCB, Dozer, etc on hire basis
Kusambi,Sungra,Salipur,Cuttack-754221

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخہ
سرمہ نور۔ کاجل۔ حبّ اٹھرہ (اولاد سے محروموں کیلئے) زد جام عشق (اعصابی کمزوری وشوگر کیلئے) رابطہ کریں۔
ملنے کا پتہ: دُکان چوہدری بدر الدین عامل صاحب درویش مرحوم
احمدیہ چوک قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)
رابطہ: عبد القدوس نیاز
098154-09445

۔آپؐ نے فرمایا ہاں اور اس میں کھوٹ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ ان کا فساد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی قوم ہوگی جو میری سنتوں کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اختیار کریں گے میری ہدایت کو چھوڑ کر ہدایت کے دوسرے ذرائع استعمال کریں گے۔ ان میں سے بعض کو تم پہچان لوگے اور بعض کو نہیں پہچان پاؤ گے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد کوئی ''شر'' بھی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ''ہاں'' جہنم کے دروازے پر بلانے والے کھڑے ہوں گے جو ان کے بلاوے پر جاوے گا وہ اس کو جہنم میں گرادیں گے۔''

میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان کی کچھ علامات بیان فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں وہ لوگ ہم جیسا گوشت پوست رکھتے ہوں گے اور ہماری زبانیں بولتے ہوں گے''

میں نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم مسلمانوں کی ایک جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی نہ کوئی جماعت ہوئی نہ امام تو؟''

آپؐ نے فرمایا کہ تُو ان سب گروہوں سے الگ ہوجانا اور اگر تمہیں کسی درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑ کر رہنا پڑے تو رہ لینا حتیٰ کہ تمہاری موت آجائے اور تم اسی حال میں ہو۔

(بخاری کتاب المناقب)

آج جبکہ عالم اسلام انتشار و تفرقہ کا شکار ہے اور مسلم ممالک میں فتنہ و فساد پھیلا ہوا ہے۔ انہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مذکورہ بالا لائحہ عمل بار بار پڑھنا چاہیئے۔ مسلمانان عالم اور مختلف فرقوں کو اس وقت ایک امام کی اشد ضرورت ہے جو ان کو متحد و منظم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دنیا میں یہ انتظام (جماعت اور امام) قائم فرما دیا ہے آج جماعت احمدیہ دنیا کے دوصد سے زائد ممالک میں اسلام کی تبلیغ کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ازواج مطہرات کی تربیت کا انداز

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو آنحضرت ﷺ ساری رات زندہ رکھتے یعنی خود بیدار رہتے اور اپنے اہل وعیال کو بیدار رکھتے خوب کوشش میں لگ جاتے اور عبادت الٰہی کے لئے اپنی کمر کس لیتے۔ (بخاری کتاب الصوم)

حضرت شہر بن حوشبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ اے امّ المومنین آنحضرت ﷺ جب آپ کے یہاں ہوتے تھے تو زیادہ تر کونسی دعا کرتے تھے۔ اس پر اُم سلمہؓ نے بتایا کہ حضور علیہ السلام یہ دُعا پڑھتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِكَ۔ اُم سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے اس دعا پر مداومت کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جس شخص کو ثابت قدم رکھنا چاہے اس کو ثابت قدم رکھے اور جس کو ثابت قدم نہ رکھنا ہے اس کے دل کو ٹیڑھا کردے۔

(ترمذی ابواب الدعوات)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ انہوں نے ایک بکری ذبح کروائی (اور اس کا گوشت غربا میں تقسیم کروایا اور کچھ گھر میں بھی کھانے کیلئے رکھ لیا) اس پر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کس قدر گوشت بچ گیا۔ عائشہ نے جواب دیا دستی بچی ہے۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا سارا بچ گیا ہے۔ سوائے اس دستی کے یعنی جس قدر تقسیم کیا گیا وہ ثواب ملنے کی وجہ سے بچ گیا اور جو بچا کر خود کھانے کیلئے رکھا ہے چونکہ اس کا ثواب نہیں ملے گا اس لئے حقیقۃً وہ نہیں بچا۔ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ سب اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی ہیں۔ آپ نے ام سلمہ کو کہا تم نے ان کو نماز باجماعت کیوں نہ پڑھادی۔ اُم سلمہؓ نے پوچھا کیا یہ جائز ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا ہاں جب تم زیادہ عورتیں ہو تو ایک درمیان میں کھڑی ہوکر امامت کروالیا کرے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لیکر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا حضورؐ پھر مجھے بھی وہ صفت بتائیے نا۔ آنحضورؐ نے فرمایا میرے خیال میں تمہیں بتانا مناسب نہیں۔ حضرت عائشہؓ جیسے روٹھ کر ایک طرف جا بیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرت صلعم نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو خود اٹھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کھڑی ہوگئیں۔ آپؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں آنحضرت صلعم نے فرمایا عائشہ بات دراصل یہ ہے کہ اس صفت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں۔ اس لئے میں بتانا نہیں چاہتا۔ تب حضرت عائشہ پھر روٹھ کر الگ ہوگئیں۔ اچھا نہ تو نہ سہی۔ پھر آپ وضوء کرکے مصلیٰ بچھاتی ہیں اور حضور کو سنا سنا کر باآواز بلند یہ دعا کرتی ہیں کہ اے میرے مولیٰ تجھے اپنے سارے ناموں اور صفتوں کا واسطہ اُن صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور ان کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تو اپنی اس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک فرما۔

آنحضرت ﷺ پاس بیٹھے دیکھتے جاتے اور مسکراتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے عائشہ بے شک وہ صفت انہی صفات میں سے ہے جو تم نے شمار کرڈالیں۔ (ابن ماجہ)

آپؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا جو ماریہ کے نام سے موسوم تھا تو اپنی تکلیف دہ حالت میں بھی آپؐ نے بیویوں کی توجہ توحید باری کی طرف مبذول کراتے ہوئے فوراً گفتگو کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا اور فرمایا ''براہو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حضرت صفیہ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پست قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھگنی کا طعنہ دیا۔ آنحضرت ﷺ کو پتہ چل گیا تو آپ نے بہت سرزنش کی۔ فرمایا یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ سمندر کے پانی میں بھی اس کو ملا دیا جائے تو وہ کڑوا ہوجائے۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت رسول کریم ﷺ بچوں کی تربیت نہایت شفقت و محبت کے ساتھ فرماتے۔ نہ صرف اپنے عزیز و اقارب کے بچوں کے ساتھ بلکہ ہر بچے کے لئے آپ کے دل میں رافت و نرمی اور رحم کے جذبات ہمیشہ موجزن رہتے۔

احادیث نبوی سے آپؐ کے اسلوب تربیت کے چند نمونے پیش ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

(ابن ماجہ ابواب الادب)

حضرت ایوب اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (ترمذی ابواب البرّ والصّلہ)

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں اُن میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے۔ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹ دیتے ہیں اور اسے عیب دار بناتے ہیں۔ (مسلم کتاب القدر)

حضرت ابو وھب حشمیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انبیاء علیھم السلام کے ناموں جیسے اپنے بچوں کے نام رکھو اور عبد اللہ اور عبدالرحمن نام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ اور حارث اور ھمام بھی اچھے اور سچائی کے قریب نام ہیں لیکن حرب اور مرہ (ان کے معنی لڑائی اور تلخی ہونے کی وجہ سے) بُرے نام ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 414)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے

ارشادِ نبوی ﷺ
اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْن
(نماز دین کا ستون ہے)
طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان: 2248-5222,
2248-16522243-0794
رہائش:: 2237-0471, 2237-8468

نیو اشوک جیولرز قادیان
New Ashok Jewellers
Main Bazar, Qadian Dt. Gurdaspur, Punjab
9815156533, 8054650500, 01872-221731
E-mail: newashokjewellers007@gmail.com

فاطمہ سے بڑھ کر شکل وصورت چال ڈھال اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ جب کبھی حضورؐ سے ملنے آتیں تو حضور ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے۔ اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضورؐ ملنے کیلئے فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ حضور کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی خاص بیٹھنے کی جگہ پر حضور کو بٹھاتیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کے بچوں عبد اللہ اور عبید اللہ اور دیگر بچوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے ان کی دوڑ کرواتے اور فرماتے جو سب سے پہلے مجھ تک پہنچے گا اُسے یہ انعام دوں گا۔ پھر بچے دوڑ کر آپ تک پہنچتے کوئی آپ کی پیٹھ پر چڑھتا تو کوئی سینے پر آپ ان کو چومتے ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1)

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز کے انتظار میں تھے۔ حضرت بلالؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں نماز کی اطلاع کی امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلّٰی پر کھڑے ہوئے ہم پیچھے کھڑے تھے اور وہ بچی حضورؐ کے کندھے پر ہی تھی۔ حضور کے تکبیر کہنے کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی رکوع میں جاتے وقت حضورؐ نے اس کو کندھے سے اُتار کر نیچے بٹھا دیا۔ رکوع سجدہ سے فارغ ہو کر دوبارہ اٹھا کر اسے کندھے پر بٹھا لیا۔ نماز کی ہر رکعت میں ایسے ہی کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت یعلی عامرؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت پر جا رہے تھے کہ سامنے سے کمسن حُسین دیگر بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نظر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھیل کھیل میں ان کو پکڑنا چاہا تو وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس طرح ہنساتے رہے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ ان کے سر کے پیچھے اور دوسرا ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور اپنا منہ ان کے منہ پر رکھ کر انہیں چومنے لگے اور فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ (یعنی میرا ان سے گہرا دلی تعلق ہے)

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 77)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ میں جاتے تو بعض دفعہ حضرت حسنؓ آپ کی پشت یا گردن پر چڑھ جاتے۔ حضورؐ بہت نرمی سے ان کو پکڑ کر اتارتے تا کہ گریں نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت حسنؓ کے ساتھ آپ جس طرح محبت سے پیش آتے ہیں ایسا سلوک کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔ فرمایا یہ دنیا سے میری خوشبو ہے۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے جو دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ سجدے کی حالت میں تھے کہ حسن پشت پر آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو نہیں اُتارا اور سجدے میں رہے یہاں تک کہ وہ خود اترے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵)

اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو پرورش کیلئے ام سیف کے سپرد کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر گاہے بگاہے بچے سے ملاقات کرنے اور حال دریافت کرنے تشریف لے جاتے تھے ابراہیمؓ کو اپنی گود میں لیکر پیار کرتے اُسے چومتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔

(بخاری کتاب الجنائز)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جگر گوشہ 16 ماہ کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اُس کی وفات پر اس کی خداداد صلاحیتوں کے بارہ میں فرمایا کہ ”ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا“

(ابن ماجہ کتاب الجنائز)

حضرت ابراہیمؑ کا جنازہ دیکھ کر آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضورؐ آپ بھی روتے ہیں فرمایا یہ تو اولاد سے محبت کا جذبہ ہے کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے۔ مگر ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو اور اے ابراہیم سچی بات تو یہ ہے کہ تیری جدائی پر ہم بہت غمگین ہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر سورج گرہن بھی ہوا لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے عظیم الشان بیٹے کی وفات پر سورج بھی گہنا گیا ہے۔ مگر آپؐ نے یہ حق بات کھول کر بیان فرما دی کہ چاند اور سورج اللہ کے نشانات میں سے ہیں۔ کسی کی موت یا پیدائش پر ان کو گرہن نہیں لگا کرتا البتہ اس نشان کو دیکھ کر اللہ سے ڈرتے ہوئے صدقہ دینا چاہیئے۔ (بخاری کتاب الکسوف)

اولاد سے حسن سلوک اور حسن تربیت کیلئے جو اعلیٰ اور خوبصورت نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا ہے یہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اور اس کی اس زمانہ میں شدید ضرورت ہے۔

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہو گئی اور ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس گئیں لیکن مل نہ سکیں۔ حضرت عائشہؓ سے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر آئے ہم بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر ہم اٹھنے لگے آپ نے فرمایا نہیں لیٹے رہو۔ حضورؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضورؐ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے پر محسوس کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں جب تم بستروں پر لیٹنے لگو تو 34 دفعہ اللہ اکبر کہو 33 بار سبحان اللہ کہو اور 33 بار الحمد للہ کہو۔ یہ تمہارے لئے نوکر سے بہتر ہے۔ (مسلم کتاب الذکر)

❁❁❁

محمد ﷺ پر ہماری جاں فدا ہے

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنُما ہے
مِرا دِل اُس نے روشن کردیا ہے
اندھیرے گھر کا وہ میرے دیا ہے
خبر لے اے مسیحاؑ دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گُھٹ رہا ہے
مِرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مِرے دل کا یہی اِک مُدّعا ہے
اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے
محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جوکہ محبوبِ خدا ہے
ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے
اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وُہی اِک راہِ دیں کا رہنما ہے
مجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مِرا معشوق محبوبِ خدا ہے

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.

Love For All, Hatred For None

AT. TISALPUR. P.O
RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143

JMB

جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز

چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

J.K. Jewellers- Kashmir Jewellers

Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عورتوں سے حسن سلوک

سید شمشاد احمد ناصر۔ لاس اینجلس امریکہ

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مضمون ایک بحر بیکراں ہے اور نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک ''محمدؐ'' میں یہ عظیم پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے انتہا تعریف کی جائے گی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور سے اب تک اور پھر قیامت تک اَن گنت مصنفین نے دنیا کے ہر ملک، ہر کونہ، ہر علاقہ اور ہر زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اقدس میں کتب تحریر کیں اور کی جاتی رہیں گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ نظم اور اشعار میں شعراء نے آپ کی تعریف اور توصیف کی اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پر ہر ملک کی ہر زبان میں جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منائے جا تے ہیں اور منائے جاتے رہیں گے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا رہے گا تاکہ لوگ انہیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کر سکیں۔

سیرت کے مضامین میں ایک اہم پہلو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کا ''عورتوں سے حسن سلوک'' بھی ہے۔

یہ مضمون تشنہ رہے گا اگر اسلام سے قبل اور پھر موجودہ مغربی معاشرے میں جو عورت کا مقام ہے اور پھر اسلام کے ساتھ ساتھ دو بڑے مذاہب، یہودیت اور عیسائیت کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیونکہ ان مذاہب کی عورتوں کے بارے میں جو تعلیمات ہیں اور مغربی معاشرہ جو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا آج کی دنیا میں چیمپئن بن رہا ہے اس کی جھلک نہ دکھائی جائے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم کی حیثیت لوگوں پر کھل کر سامنے نہ آئے گی۔

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو شروع کروں، قارئین کی دلچسپی کی خاطر ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ ہوا یہاں چینو (Chino) میں سینٹ پال کیتھولک چرچ کی طرف سے فون آیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں اُن کے لوگوں کو متعارف کرایا جائے۔ خاکسار نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر خاکسار اُن کے چرچ میں ایک امریکن احمدی دوست عبد الغفار صاحب کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ قریباً پون گھنٹہ کا پروگرام طے ہوا تھا۔ یعنی پہلے نصف گھنٹہ میں اسلام کا تعارف اور پندرہ منٹ میں سوالوں کے جوابات۔

خاکسار نے تعارف میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعارف، پھر قرآن مجید کا اور پھر پانچ ارکانِ اسلام بیان کئے۔ اسکے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ سوال و جواب میں لوگوں نے اسقدر دلچسپی لی کہ پون گھنٹہ کی بجائے دو گھنٹے سے بھی زائد یہ سلسلہ جاری رہا۔

ایک سوال یہ تھا کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ صحیح سلوک نہیں کرتے اور انہیں گھروں میں بند رکھتے ہیں، انہیں آزادی نہیں دیتے۔ یہ کیا بات ہے؟ خاکسار نے جو اسکا تفصیلی جواب دیا قارئین کرام کے ازدیادِ علم کے لئے مختصراً لکھ دیتا ہوں کیونکہ سکولوں کالجوں میں، جاب پر ہماری خواتین، اور خصوصاً وہ خواتین جو حجاب پہنتی ہیں اور پردہ کرتی ہیں انہیں عیسائیوں سے اس قسم کے سوالات سننے پڑتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ اُنہیں اسلام کی حسین اور صحیح تعلیم سے آگاہ کرتی ہیں۔ تاہم میرے جواب سے اور بھی بہتوں کو فائدہ ہوگا۔

میرا جواب

میں نے انہیں بتایا کہ یہ آپکی غلط فہمی اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت ہے جس کی وجہ سے آپ نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ اسلام نے جو آزادی، حقوق، عزت و احترام عورت کو بخشا ہے وہ کسی اور مذہب نے عورت کو نہیں دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ قبل اسکے کہ میں اسلامی تعلیمات کو آپ کے سامنے بیان کروں، آپ کی یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ آپ جس آزادی پر خوش ہیں اور نازاں ہیں، کیا وہ آزادی آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام نے دی ہے؟ انجیل کے کِس باب اور کس آیت میں یہ بات لکھی ہے کہ عورتوں کو یہ یہ آزادیاں ہیں؟ اور خصوصاً وہ آزادیاں جن پر آپ اس وقت نازاں ہیں، کیا یہ بائبل کی تعلیم ہے اور بائبل میں کہاں درج ہیں؟ آپ تو اپنے کلچر کا میرے مذہب سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ چاہئے تو یہ کہ آپ اپنے مذہب کی عورتوں کے بارے میں تعلیم پیش کریں اور پھر اسلامی تعلیم سے اس کا موازنہ و مقابلہ کریں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ عورت کو صحیح عزت و احترام کس مذہب نے دیا ہے۔ جب میں نے یہ کہا تو ایسا معلوم ہوا کہ انکے سروں پر ڈھیروں ڈھیر پانی پھر گیا ہے۔

اسی طرح میرے میری لینڈ (Maryland) کے قیام کے دوران انٹرفیتھ (Inter-Faith) میٹنگ میں وہاں کے پادریوں اور دوسرے مذاہب کے لیڈرز کے ساتھ تعلق تھا۔ جب بھی ہم میٹنگ کرتے کوئی نہ کوئی پادری یہ سوال اٹھا دیتا کہ ہمیں یہ بتاؤ کہ اسلام میں عورت اور مرد کو الگ الگ کیوں رکھا گیا ہے؟ اکٹھے اور آزادی کے ساتھ پھرنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟ آپکی مساجد میں بھی ان کی عبادت کے لئے الگ جگہیں کیوں ہیں؟ اور پارٹیوں میں بھی یہ الگ بیٹھتی ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔ ہر میٹنگ پر یہی سوال اٹھتا اور خاکسار جواب دیتا رہا۔ اسلامی تعلیم کی برتری ثابت کرتا رہا۔ لیکن وہ ہر بار پھر یہی سوال دہراتے۔ ایک دفعہ خاکسار نے کہا کہ اگلی میٹنگ میں سب کا یہی موضوع ہو کہ اپنی اپنی آسمانی کتاب سے عورت کا مقام بیان کریں تاکہ سب کو پتہ چلے کہ صحیح صورت کیا ہے؟

یقین کریں کہ سب نے بالاتفاق کہا کہ نہیں۔ بلکہ ایک دو پادریوں نے تو یہ بھی کہا کہ اگر ہم اپنی بائبل کی صحیح تعلیم عورت کے بارے میں بیان کرنا شروع کر دیں تو ہمارا چرچ ہی نہیں چلے گا۔ یعنی کوئی بھی چرچ میں نہیں آئے گا۔ چرچ میں عورتوں کی وجہ سے رونق ہے۔ اناللہِ و انا الیہِ راجعون۔ ایسے لوگ اسلام پر ناپاک حملے کرتے ہیں۔ پس اسکا سدِّ باب یہی ہے کہ ہم سب قرآنی تعلیمات کو جانیں اور اس پر عمل کریں اور اپنے اعمال سے ثابت کریں کہ اسلام کی تعلیم ہی صحیح تعلیم ہے، سب زمانوں کے لئے ہے اور قابلِ عمل ہے۔

ایک نومسلم خاتون کا کردار

میری لینڈ کا ذکر ہے وہاں پر فائر ڈیپارٹمنٹ میں ایک عیسائی خاتون اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہو گئیں۔ انہوں نے حجاب لینا اور باقاعدہ پردہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن فائر ڈیپارٹمنٹ والوں نے کہا کہ یہ نہیں چلے گا آپ کو پردہ اتارنا ہوگا۔ اس پر بڑی بحث ہوئی۔ معاملہ عدالت تک گیا۔ پریس نے بھی اس واقعے کو خوب اچھالا۔ اس سلسلے میں میرا بھی انٹرویو لیا گیا۔ خدا کے فضل سے وہ خاتون عدالت سے یہ کیس جیت گئیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دفتر میں ڈیوٹی پر اور دیگر اوقات میں وہ حجاب اوڑھ سکتی ہیں مگر جب آگ بجھانے کے لئے جانا پڑے تو پھر فائر ڈیپارٹمنٹ کا لباس پہننا ہوگا۔

ایک ایسی خاتون جو کہ امریکی معاشرہ میں پلی بڑھی اس نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ قرآنِ کریم کی تعلیمات ہی حسین ہیں اور عورت کی عزت وعظمت و احترام کی ضامن ہیں اور یقینا اس معاشرے میں بھی قابلِ عمل ہیں۔ کاش دوسرے بھی اس سے سبق حاصل کریں۔

اب میں اسلام سے قبل عورت کی حالت زار کا نقشہ بیان کرتا ہوں۔

اسلام سے قبل عورت کی حالت

اسلام سے قبل عرب تہذیب وتمدن میں عورت بحیثیت خود ایک بدنامی کا داغ تھی۔ جسے زندہ درگور کرنا فخر سمجھا جاتا تھا۔ قرآنِ کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰى ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمۡسِكُهٗ عَلٰى هُوۡنٍ اَمۡ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ○

(النحل 59-60)

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ اسے ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خبر کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اسے دی گئی۔ کیا وہ رسوائی کے باوجود اللہ کے اس احسان کو روک رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔

خبردار بہت ہی برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

عرب تہذیب و تمدن میں عورت حیوانوں اور دیگر دنیاوی سامان کی طرح ورثہ میں منتقل ہوتی تھی۔ گویا کہ خود میراث تھی جسے ورثہ ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ عورت بدکاری کا آلہ سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ عرب شعراً عورتوں کے ساتھ اپنی بے حیائی کی باتوں کو فخریہ پیش کرتے تھے۔ یہاں پر ان بے حیائیوں اور کجرویوں کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا جو عرب تہذیب میں ایک عورت کے لئے جائز رکھے گئے تھے۔

دورِ حاضر اور مغربی تہذیب میں عورت کی حیثیت

سترھویں صدی میں عورتوں کو جادو کرنے کے الزام میں موت کی سزائیں اس کثرت کے ساتھ دی گئیں کہ اس صدی میں بعض کتب کے مطابق ایک لاکھ عورتیں محض اس الزام میں زندہ جلا دی گئیں کہ انہوں نے دوسروں پر جادو کیا تھا۔

عورت کی اموال پر کسی قسم کی ملکیت تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔

سولہویں صدی میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں کہ خاوند کو یہ حق حاصل تھا کہ جب چاہے عورت پر الزام لگائے اور خاوند کا بغیر کسی ثبوت کے صرف یہ کہنا ہی کافی تھا کہ اس عورت نے بدکاری یا فلاں بری حرکت کی ہے اور اس کے نتیجہ میں اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔

پھر اسی مغربی معاشرہ کی تہذیب میں عورت کو گواہی دینے کا حق بالکل حاصل نہیں تھا۔ آج یورپ شور مچا رہا ہے کہ اسلام نے ایک مرد کے مقابل پر دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے۔ اور یہ بڑا بھاری ظلم عورتوں پر ہے۔ حالانکہ کل تک یہاں اس معاشرہ میں عورت کو گواہی دینے کا بالکل حق حاصل نہیں تھا۔

1891ء تک انگلستان، جرمنی، ناروے، امریکہ، سکینڈے نیویا وغیرہ میں عورتوں کو قانوناً مرد کی جائیداد پر کسی قسم کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ عورت کو ووٹ دینے کا بھی حق نہیں تھا۔ انیسویں صدی تک فرانس میں خاوند اگر عورت کو طلاق دیتا تھا تو ماں کا بچوں پر کوئی حق نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بیوہ عورت بھی بچوں کو اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ بلکہ وہ خاوند کے رشتہ داروں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔

آپ کی خدمت میں کچھ اعداد شمار پیش کرتا ہوں جس کی مدد سے آپ کو یہ سمجھنے میں یقیناً کوئی دشواری نہیں آئے گی کہ مغربی معاشرہ میں عورت کا کیا مقام تھا۔ اور پھر جب اسلامی تعلیم کی بات آئے گی تو ایک مسلمان عورت کا سر فخر سے اٹھ جائے گا کہ محسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم نے عورت کو کتنا بلند مقام دیا ہے کتنی عظمت عطا کی ہے۔ مغربی معاشرے کی یہ تصویر نیٹ پر موجود ہے اور ان تمام اعداد و شمار کی گوگل پر تصدیق کی جا سکتی ہے جہاں سے یہ لئے گئے ہیں۔

1857ء سے پہلے عورتوں کو قانونی طور پر طلاق لینے کا حق حاصل نہیں تھا۔

1882ء میں پہلی مرتبہ یورپ میں عورت کو اپنے نام پر جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہوا۔

1890ء تک عورت کا اپنے خاوند کی جائیداد پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں تھا۔

1920ء سے پہلے آکسفورڈ یونیورسٹی میں کوئی عورت داخلہ نہیں لے سکتی تھی۔

1937ء سے پہلے تک عورت مرد سے طلاق لینے کا حق نہیں رکھتی تھی۔

1955ء سے پہلے سول سروس میں فائز ہونے کے باوجود عورت کی تنخواہ مرد کی تنخواہ سے کم تھی۔

اسلام نے جو آزادیاں چودہ سو سال پہلے عورت کو دی تھیں اور جو حقوق دیئے تھے وہ 1967ء تک بھی عورت کو اس جدید معاشرے اور مغربی تہذیب میں حاصل نہیں ہوئے تھے۔ مغربی معاشرے میں عورتیں بڑی لمبی جدو جہد سے گزری ہیں۔ ایک لمبے زمانے تک تکالیف برداشت کرنے کے بعد اب جا کر کہیں ان کو کچھ حقوق ملنا شروع ہوئے ہیں۔ اگر ان کی جدو جہد کو دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ حقوق چھین کر لئے ہیں۔

1975ء سے پہلے عورتیں اپنے نام پر سٹیٹ پینشن وصول نہیں کر سکتی تھیں۔

1976ء Domestic Violence Act سے پہلے عورتیں اپنے خاوند کے مظالم کی شکایت قانونی طور پر کر ہی نہیں سکتی تھیں۔

1976ء تک انگلستان میں عورت کو یہ قانونی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ عدالت میں چارہ جوئی کی درخواست کر سکے۔

پس آج اس معاشرہ میں ان خواتین نے خود تراشیدہ انجمنوں کے ذریعہ مختلف تحریکات چلا کر زبردستی آزادی حاصل کر لی ہے۔ اور اس طرح وہ حقوق حاصل کئے ہیں جو ان کے مذہب اور ان کی آسمانی کتاب نے انہیں نہیں دیئے تھے۔

یہودیت میں عورت کا مقام

ہم جب عہد نامہ قدیم کی پہلی سورت ''پیدائش'' ہی کھولتے ہیں اور اسکے باب نمبر 3 کی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے مطابق عورت ازل سے گناہگار ہے کیونکہ تورات کے اس باب میں آدم کے گناہ کا باعث حوا کو قرار دیا گیا ہے۔ اور اس گناہ کو موروثی طور پر بنی نوع انسان میں جاری کرنے کی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے اور اس کی سزا یہ سنائی کہ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی۔ اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔

یہ عورت کا مقام جو عہد نامہ قدیم کے پہلے باب میں ہمیں ملتا ہے۔ نہ صرف عورت کے عمل کی وجہ سے سب گناہگار ہوئے بلکہ عورت کی بات ماننے کی وجہ سے آدم کو بھی جو سزا دی گئی وہ ابھی تک جاری ہے کہ زمین لعنتی ٹھہری۔

انجیل کی تعلیم

تیمتھیُس ایک باب 2 میں لکھا ہے۔

''عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیئے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سیکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔'' آیت 11 تا 14۔ اسی طرح افسیون کے نام خط میں پولوس لکھتا ہے باب 5 آیت 23-22 اے بیویو! اپنے شوہروں کی اسی طرح تابع رہو جیسے خداوند کی کیونکہ خاوند بیوی کا سر ہے۔ جیسے کہ مسیح کلیسا کا سر ہے اور وہ خود بدن کے بچانے والا ہے لیکن جیسے کلیسا مسیح کے تابع ہے ویسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہیں''۔

مغربی معاشرہ اور عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہوتی ہے کہ عورتوں کے ساتھ بے جا اور بہیمانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں مردوں کے سامنے بولنے کی اجازت نہیں۔ اور یہ کہ وہ خاوند کی فرمانبردار رہیں حالانکہ دونوں برابر ہیں لیکن خود انجیل کی تعلیم کیا ہے۔ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ تیمتھیُس ایک میں لکھا ہے کہ

1) عورتیں خاموش رہیں
2) عورتیں تابعدار رہیں
3) عورت نے سب سے پہلے فریب کھایا
4) عورت نے سب سے پہلے گناہ کیا اور پھر یہ کہ وہ اپنے شوہر کی تابع رہیں۔

عورتوں کو خاموش کر کے عیسائیت نے یہ حکم دیا ہے کہ عورت بالکل کسی قسم کی تعلیم دے ہی نہیں سکتی۔ صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ دنیاوی تعلیم بھی کسی کو نہیں دے سکتی۔ مرد پر حکم چلانا ہی بند نہیں کیا بلکہ اس کی تو زبان ہی گویا بند کر دی گئی ہے۔

ایک اور حوالہ کرنتھیوں باب نمبر 14 آیت 34 تا36 کا پیشِ خدمت ہے۔ ''عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابعدار رہیں۔ جیسا تورات میں لکھا ہے اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔''

اس حوالہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ عورت بالکل بول ہی نہیں سکتی۔ حتیٰ کہ چرچ اور کلیسا میں بھی۔ بلکہ اگر کچھ پوچھنا بھی پڑے تو گھر جا کر اپنے خاوند سے پوچھے۔

مغربی معاشرہ زیادہ تر عیسائیت کی تعلیم یا عیسائی ہونے پر فخر کرتا ہے اور اس کو بار بار پیش کرتا ہے۔ کہ ہم نے عورت کو آزادی دے رکھی ہے۔ حالانکہ جب اس معاشرہ کو ذرا غور سے دیکھا جائے اور حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس آزادی کے سائے میں یہاں کیسے کیسے جرم جنم لے رہے ہیں۔

Tyneside Council And Northumberland Of Social Services کی رپورٹ کے مطابق انگلستان میں 1915ء میں ایک قانون بنا اور پھر وہ قانون ایک مجسٹریٹ کے فیصلے کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس نے یہ فیصلہ دیا کہ ''خاوند اپنی لڑنے والی بیوی کو مار سکتا ہے۔'' (صفحہ 84)

اسلام نے یہ بات پابندیوں کے ساتھ پیش کی تھی۔ ان پابندیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عیسائی اور مغربی اقوام اس بات کا بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہیں بلکہ پیٹتے ہی چلے جا رہے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مارنے کی اجازت دی ہے۔

1915ء میں بننے والے اس قانون میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ خاوند جس چھڑی کے ساتھ اپنی بیوی کو مارے وہ انگوٹھے کی موٹائی سے زیادہ نہ ہو۔ کتنی دفعہ مارے، کہاں کہاں مارے، کہاں نہ مارے، مارتے وقت کیا کیا

احتیاطیں کرے اس کا کوئی ذکر نہیں۔ انگوٹھے جتنی موٹی چھڑی سے اگر عورت کو مارا جائے تو اس بیچاری کا رہ کیا جائے گا؟

ایک سروے رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں ہر سال 27 ہزار ایسے کیسز ہوئے جن میں مردوں نے اپنی بیویوں کو مار کر زخمی کر دیا۔ ایک اور سروے سے معلوم ہوا کہ یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے بلکہ 2 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ 1977ء میں صرف Bristol کے علاقہ میں پانچ، چھ ہزار کے قریب اس قسم کی زیادتیوں کے کیسز درج ہوئے جن میں عورتوں نے یہ شکائت کی کہ مردوں نے ہمیں ظالمانہ طور پر پیٹا ہے۔

جہاں تک ان مغربی ممالک میں طلاق لینے کا رجحان ہے وہ تو بہت ہی بڑھ چکا ہے۔ انگلستان میں ایک سروے کے مطابق 32 فیصد عورتوں نے عدالت میں یہ ثابت کر کے طلاق لی کہ ان کے خاوند ان پر شدید مظالم ڈھاتے ہیں اور مار کٹائی کرتے ہیں۔ یہ اس کلاس کا ذکر ہے جو کہ مڈل کلاس کہلاتی ہے۔

یہی حال امریکہ کا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ امریکہ میں ایک سروے کے مطابق 41 فیصد عورتوں کو شادی کے پہلے چھ مہینوں میں مارا گیا۔ 18 فیصد عورتوں کو ایک سال بعد مار پڑنی شروع ہوئی۔ 25 فیصد عورتوں کو دو سال بعد مار پڑنی شروع ہوئی۔ امریکہ جو کہ اسلام کے خلاف آواز بلند کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں میں ایک اعداد و شمار کے مطابق 84 فیصد عورتیں ایک سال سے تین سال کے اندر اپنے خاوندوں کے مظالم کا نشانہ بن جاتی ہیں۔

قرآنی تعلیمات میں عورت کا بلند مقام

سورۃ النحل کی آیت نمبر 98 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں نیک اور مناسبِ حال عمل کرے گا مرد ہو کہ عورت، ہم اس کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان تمام لوگوں کو ان کا بہترین عمل کے مطابق ان کے تمام اعمالِ صالحہ کا بدلہ دیں گے۔ (16:98)

سورۃ المومن میں فرمایا: جو برا عمل کرے گا اس کو اسی کے مطابق نتیجہ ملے گا اور جو کوئی ایمان کے مطابق عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان میں سچا ہو، وہ اور اس کے ہم مشرب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کو اس میں بغیر حساب کے انعام دیا جائے گا۔'' (40:41)

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 36 میں فرمایا: ''یقیناً کامل مسلمان مرد اور کامل مسلمان عورتیں اور کامل مومن مرد اور کامل مومن عورتیں اور کامل فرمانبردار مرد اور کامل فرمانبردار عورتیں اور کامل راست گو مرد اور کامل راست گو عورتیں اور کامل صبر کرنے والے مرد اور کامل صبر کرنے والی عورتیں اور کامل عجز دکھانے والے مرد اور کامل عجز رکھنے والی عورتیں اور کامل صدقہ کرنے والے مرد اور کامل صدقہ کرنے والی عورتیں اور کامل روزہ گزار مرد اور کامل روزہ گزار عورتیں اور پوری طرح اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور پوری طرح اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش کا سامان اور بڑا انعام تیار کر رکھا ہے۔''

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے۔ ''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' اور جس طرح ان عورتوں پر کچھ ذمہ داریاں ہیں ویسے ہی مطابق دستور انہیں بھی کچھ حقوق حاصل ہیں۔

دنیا میں عورت بحیثیت ماں پہچانی جاتی ہے، بطور بیوی کے، بیٹی کے، بہن کے اور ایک عام خاتون کے نام سے عزت پاتی ہے۔ آیئے اب اسلامی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک ملاحظہ فرمائیں۔

عورت بحیثیت ماں

ماں کا لفظ کتنا پیارا اور حسین ہے۔ ماں محبت کا سرچشمہ ہے۔ ماں وہ ہستی ہے جو اپنے بچے کے لئے بے لوث قربانی کرتی ہے اور پے در پے تکالیف سے اسے جنم دیتی ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں آتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ (الاحقاف 16) ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے، اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ ہی جنم دیا۔

پھر سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا یوں ارشاد ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (لقمان 15)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا۔

کیا شاندار اور عظمت والی تعلیم ہے۔ صرف یہی نہیں ہمارے پیارے آقا سرورِ کائنات حضرتِ اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''جنت ماں کے قدموں میں ہے۔''

کیا کوئی دوسرا مذہب یہ تعلیم دکھا سکتا ہے یا اس کے برابر؟ کبھی نہیں۔ پس ہر مسلمان ''ماں'' اپنے احترام میں فخر کے ساتھ سر اونچا کر سکتی ہے۔

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چند ایک احادیث اس مضمون کی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

1) بخاری کتاب الادب میں حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسنِ سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا، پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے چوتھی بار پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسنِ سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

2) مسلم کتاب البر والصلۃ میں حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مٹی میں ملے اس کی ناک۔ مٹی میں ملے اس کی ناک۔ (یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار دھرائے) یعنی ایسا شخص قابلِ مذمت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! کون سا شخص؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔

3) حضرت ابوطفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ جعرانہ میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے تھے اس دوران ایک عورت آئی تو حضور نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر عزت افزائی فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنیؓ کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے ہمارے پاس بھی نہیں آ سکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے گئے تو اویسؓ نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 296-295)

بیٹی اور بہن

ماں کے مقدس رشتہ اور اس کی عظمت و احترام کے بعد اب ہم عورت بحیثیت بیٹی اور بہن کے مقدس رشتہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ان گزارشات میں خاکسار یہ بیان کرنے کی کوشش کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو بحیثیت بیٹی اور بہن کے کیا عظمت دی ہے؟ اس کا کیا احترام قائم کیا ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بارے میں اپنا کیا نمونہ تھا؟

قبل از اسلام جہالت کے زمانے میں عربوں میں تو بیٹی کی پیدائش کو نعوذ باللہ منحوس گردانا جاتا تھا۔ جس کے گھر بیٹی پیدا ہوتی تو وہ شرم کے مارے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا تھا گویا کہ کوئی بہت بڑا جرم اس سے سرزد ہو گیا ہے۔ بانی اسلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ رحمۃ للعالمین تھے نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ (ابوداؤد)

ترجمہ: جس شخص کے ہاں کوئی لڑکی ہو پھر وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور نہ ہی اپنے لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

لڑکی کی پیدائش پر فرشتے کی سلامتی

اس طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شاملِ حال رہے گی (طبرانی) (رسول کریم ﷺ اور بچے۔ صفحہ 61-60)

بچیاں جہنم سے ڈھال بن جائیں گی

بخاری کتاب الادب میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت کچھ طلب کرنے کے لئے آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت ان کو دینے کے لئے صرف ایک کھجور ہی تھی وہی انہوں نے اس کو دے دی۔ اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بچیوں کو آدھی آدھی کھجور دے دی اور خود نہ کھائی۔

جب رسول کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے ماں کی بچیوں سے محبت اور ایثار کا واقعہ سنایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی لڑکیوں کی وجہ سے آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائینگی۔ (بخاری کتاب الادب)

بیٹیوں والوں کو تسلی

ایک دفعہ ایک انصاری صحابی جن کا نام اوسؓ تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے چہرہ پر رنج و غم کے آثار دیکھے اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میری کئی بیٹیاں ہیں ان کی وجہ سے مرا دل غمگین رہتا ہے۔ اور میں تو ان کی موت کی دعا مانگتا رہتا ہوں۔ ہمارے مہربان و مشفق آقا رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: ''اوس تم یہ دعا نہ کیا کرو۔ دیکھو لڑکیوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں نعمت کے وقت شکر کرنے والی ہوتی ہیں۔ مصیبت کے وقت تمہاری ہمدردی میں رونے والی ہیں۔ تمہاری بیماری کے وقت تیمارداری اور خدمت کرنے والی ہوتی ہیں۔ ان کا بوجھ زمین پر ہے اور ان کی روزی اللہ کے ذمے ہے پھر کیوں تم ناحق رنج کرتے ہو۔''

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تم اپنے بچوں میں تقسیم کرنے کے لئے کوئی چیز لاؤ تو بیٹیوں سے شروع کرو۔'' (رسول کریم ﷺ اور بچے۔ صفحہ 62)

آنحضرت ﷺ کا اپنی بیٹی سے پیار اور احترام

مشکوٰۃ میں یہ واقعہ درج ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ان کے گھر جا کر ملتے۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی بیٹی فاطمہؓ سے بہت پیار تھا۔ حضرت فاطمہؓ جب بھی آنحضرت ﷺ سے ملنے آتیں تو آپ ﷺ احتراماً اٹھ کر بیٹی کا استقبال کرتے اسے خوش آمدید کہتے اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب اسلام نے بیٹی اور عورت کو اس قدر ترجیح دی ہے اور عظمت سے اس کا سر بلند کر دیا ہے تو اسے بھی چاہئے کہ وہ اس مقام کی حفاظت کرے اور اپنی ذمہ داریاں بھی نبھائے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت ﷺ بچیوں کی بہت عزت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جب طے قبیلہ کے قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی آئی تو آپ ﷺ نے محض حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کی وجہ سے سب قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اسی طرح جب مسلمانوں نے دمشق پر قبضہ کیا تو جو قیدی پکڑے گئے ان میں ہرقل کی بیٹی بھی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کی بہت عزت کی اور رہا کر دیا جس پر ہرقل نے کہا کہ خدا خالد کو زیادہ عزت دے۔

بیوی سے حسنِ معاشرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''ہمارے ہادی کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خیر کم خیر کم لاھلہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مر گئی ہے اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ **وعاشروھنّ بالمعروف** (النسا 4:20) ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تنبیہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔''
(سورۃ النساء تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 228)

عورتوں سے حسنِ سلوک اور ان کے بلند مقام کی وضاحت

ترمذی کتاب النکاح میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔

جب آپؐ ایسے سفر پر جاتے جس میں عورتیں بھی ساتھ ہوتیں تو ہمیشہ آہستگی سے چلنے کا حکم دیتے۔ ایک دفعہ ایسے ہی موقعہ پر جب کہ سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اور اونٹوں کی نکیلیں اٹھا لیں۔ آپؐ نے فرمایا **رفقاً بالقواریر** ارے کیا کرتے ہو عورتیں بھی ساتھ ہیں اگر تم اس طرح اونٹ دوڑاؤ گے تو شیشے چکنا چور ہو جائیں گے۔
(بخاری کتاب الادب)

جب رسول کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے اس وقت سب مسلمانوں کو جمع کر کے جو وصیتیں کیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں تم کو اپنی آخری وصیت یہ کرتا ہوں کہ عورتوں سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرتے رہنا۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے گھر میں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو تعلیم دلائے اور ان کی اچھی تربیت کرے خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس پر دوزخ حرام کر دے گا۔

معاویہ بن ہندہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ بیوی کا حق ہم پر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو خدا تمہیں کھانے کے لئے دے وہ اسے کھلاؤ اور جو خدا تمہیں پہننے کے لئے دے وہ اسے پہناؤ۔ اور اس کو تھپڑ نہ مارو اور گالیاں نہ دو اور اسے گھر سے نہ نکالو۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آپ ﷺ کو کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خدا نے آپ ﷺ کو اس قدر اچھی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا (یعنی حضرت خدیجہؓ) کا ذکر جانے بھی دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں نہیں خدیجہؓ اس وقت میری ساتھی بنی جب میں تنہا تھا۔ وہ اس وقت میری سپر بنی جب میں بے یار و مدد گار تھا۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے مجھے اولاد بھی عطا کی۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔
(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 118 مطبوعہ بیروت)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ اگر آپ ﷺ رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر خود ہی کھانا لے کر تناول فرما لیتے یا دودھ ہوتا تو خود ہی لے کر نوش فرما لیتے۔
(مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف)

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔

''آنحضرت ﷺ کا جو نمونہ گھریلو زندگی میں ہے ہر لحاظ سے مثالی اور بہترین تھا۔ آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کے نان و نفقہ کا بطور خاص اہتمام فرماتے تھے۔ یعنی جو ان کے اخراجات ہیں ان کا خاص اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ اپنی وفات کے وقت بھی ازواجِ مطہرات کے نان نفقہ کے بارے میں تاکیدی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا خرچہ ان کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا جائے۔''
(بخاری کتاب الوصایا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
''رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجود یہ کہ آپ ﷺ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ ﷺ کو

کھڑا کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۸۷)

مسلم کتاب الفضائل میں حضرت انسؓ سے مروی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر پر جا رہے تھے اور ایک سیاہ رنگ کا غلام جس کا نام انجشہ تھا حُدی خوانی کر رہا تھا اس لئے اونٹ تیز چلنے لگے تھے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! ذرا ٹھہر کر اور آہستہ حُدِی خوانی کرو تا کہ اونٹ تیز نہ چلیں کیونکہ اونٹوں پر شیشے اور آبگینے ہیں۔ یعنی نازک مزاج عورتیں سوار ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھبرانے لگیں اور ان کا نازک دل خوف محسوس کرے!

بخاری کتاب الجہاد میں حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت ہے کہ غزوہ عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہؓ بیٹھی ہوئی تھیں اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہارا دینے کے لئے لپکے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیك المراة عورت کا خیال کرو۔

آج یورپ اس بات پر بہت فخر کرتا ہے جب کہتا ہے Ladies First۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہہ کر عورت کو بلند مقام دیا ہے۔ حالانکہ اس مقام کا اصل خالق اور بانی حضرت رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا چند روزہ ہے یا چند روز کا سامان ہے اور دنیا کے سامانوں میں سے کوئی چیز نیک بخت عورت سے عمدہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم اور ابوداؤد میں یہ حدیث بھی مرقوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: فاتقو الله فی النساءِ یعنی، عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ جس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ ان کی عزت کرو۔ احترام سے پیش آؤ۔ ان کے جذبات کا خیال رکھو اور ان کے ساتھ بد معاملگی نہ کرو اور خدا تعالیٰ سے ان کے معاملات کے متعلق ڈرتے رہو۔

گھریلو زندگی کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی گواہی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے، آپ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ نیز آپؓ فرماتی ہیں کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھایا نہ کبھی خادم کو مارا"۔

(شمائل ترمذی باب ماجاءَ فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بیوہ سے حسن سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیوگان اور یتامی سے حسن سلوک کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ایک غزوہ سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے پاس پانی ختم ہو گیا تو صحابہ اس کی تلاش میں نکلے۔ ایک عورت اونٹ پر پانی لاتی ہوئی ملی۔ معلوم ہوا کہ بیوہ عورت ہے جس کے یتیم بچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کر کے اس کے پانی کے اونٹ پر سے ایک مشکیزہ لے کر اس پر برکت کے لئے دعا کی پھر اس کے پانی سے تمام لشکر نے پانی لیا مگر پھر بھی وہ کم نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیوہ عورت سے حسن سلوک کی خاطر صحابہ کے پاس موجود زاد راہ جمع کروالی اور اس بیوہ عورت کو کھجوریں اور روٹیاں عطا کرتے ہوئے فرمایا ہم نے تمہارا پانی ذرا بھی کم نہیں کیا اور یہ زادراہ تمہارے یتیم بچوں کے لئے تحفہ ہے۔ اس عورت نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں ایک بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئی ہوں یا پھر وہ نبی ہے۔ یوں اس عورت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذات کے بارہ میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ (بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

ایک خاتون جو مسجد نبوی کی صفائی کرتی تھیں

اس طرح ایک اور واقعہ ہمیں عورتوں سے حسن سلوک کا یہ ملتا ہے کہ ایک عورت جو مسجد نبوی کی صفائی وغیرہ کیا کرتی تھیں چند دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر نہ آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تو وفات ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے اس کی وفات کی اطلاع کیوں نہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ بخاری کتاب العلم میں ہمیں یہ روایت بھی آپ کے حسن سلوک کی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کی درخواست پر ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ جس میں ان کو وعظ فرماتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ دیکھو میں تمہیں عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں جس طرح تمہارے عورتوں کے اوپر کچھ حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے تم پر بھی کچھ حقوق، کچھ ذمہ داریاں، اور کچھ فرائض ہیں جو تم پر عائد ہوتے ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں اور تمہاری مرضی کے سوا کسی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ لباس میں، پوشاک میں اور کھانے پینے میں احسان کا سلوک کرنے والے ہو اور جس حد تک توفیق اور استطاعت ہے ان سے حسن سلوک کرو۔

(سنن الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاءَ فی حق المرآۃ علیٰ زوجھا)۔

"پیرے کرابائٹس" نے جو مصر کی مخلوط ٹریبیونل کا سابق امریکی جج تھا اپنے ایک مقالہ میں جس کا عنوان ہے "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے لئے کیا کیا؟" یہ اعتراف کیا ہے کہ حقوق نسواں کے سلسلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاندار کارنامہ وہ حق ملکیت ہے جو انہوں نے اپنی امت کے بیویوں کو عطا کیا۔ قانونی درجہ عورت کا بالکل وہی ہے جو اس کے شوہر کا ہے۔ جہاں تک ایک مسلمان بیوی کے حق ملکیت کا تعلق ہے اس کو وہی آزادی حاصل ہے جو کسی پرندے کو پرواز کی حاصل ہے قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی رائے لئے بغیر اپنے مال متاع کو جس طرح چاہے صرف کرے یا ٹھکانے لگا دے۔"

(نقوش رسول نمبر 3 صفحہ 511)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو عورت کے مرتبہ کو اپنی تعلیمات اور حسن سلوک سے بہت بلند کیا ہے ان کے ساتھ عدل و مساوات کی تعلیم دی ان کی حفاظت اور کفالت کی ذمہ داری مرد کے سر پر ڈالی۔ ان سے حسن سلوک کی بہت بہت تاکید کی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان اس تعلیم کو بھی بھول گئے ہیں۔ بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ابھی زمانہ جاہلیت کی رسوم پائی جاتی ہیں۔ آج اگر مغرب اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ زن ہے تو اس وجہ سے ہرگز نہیں کہ اسلام نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے حق کو اور اس کی عظمت و احترام کو قائم نہیں کیا یقین کیجئے عورتوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے حقوق کو آشکار کرنے میں ساری غفلت اور کوتاہی صرف اور صرف مسلمانوں کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں! بلکہ جو باتیں شروع مضمون میں پیش کی گئی ہیں ان کی روشنی میں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کی ہدایت کو پوار کرنے سے اس قدر قاصر ہوئے ہیں کہ آج وہ خود اس کے خلاف ایک ثبوت بن کے رہ گئے ہیں۔

۞۞۞

ظہور خیر الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی   جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی اندھیرے پہ اندھیرے   ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اُٹھا عصیان میں ڈوب گئے   ایرانی و فارائی رومی و بخارائی
اللہ رہا کوئی نہ کوئی پیام اُس کا
طاغوت کے بندوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّیٰ سے اِک نور کا تخت اُترا   اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر   پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل   اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اُس کا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمنوں سے حسن سلوک

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ایڈیٹر اخبار بدر ہندی، قادیان

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے مامور مصلح اور مرسلین بھیجتا ہے۔وہ ان کے ہمدرد شفیق اور بہترین خیر خواہ ہوتے ہیں۔ انہیں دنیاوی حکومتوں اور لوگوں کے اموال اور جائیداد سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ بنی نوع انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں اور دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ وہ غلط خیالات اعتقادات اور اعمال کی درستیوں کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ان کا مقصد توحید کا قیام اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دلوں میں قائم کرنا ہوتا ہے۔ وہ انسانوں کو ہلاکت کی راہوں سے بچانے اور انہیں کامیابی اور نجات کی راہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ پر دلائل اور بیّنات پیش کرتے ہیں۔وہ مخالفین کے غلط خیالات کو باطل ثابت کرنے کے لئے ایسے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں جن سے مخالفین دم بخود رہ جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید مخالفت

سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ تمام انبیا میں توحید کے قیام کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ آپ کی بعثت کا مقصد اولین ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو قائم کرنا تھا۔آپ کا اُٹھنا بیٹھنا زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتا تھا۔رات دن آپ اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طریق سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قیام عمل میں آئے۔ حق کے مخالفین نے سب سے زیادہ آپ کی مخالفت کی اور آپ کو مختلف طریقوں سے سچائی سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائرہ تبلیغ سابق انبیا کی طرح کسی خاص قوم کسی خاص ملک یا کسی خاص زمانہ تک مختص نہ تھا بلکہ زمانی لحاظ سے قیامت تک ممتد اور مکانی لحاظ سے اس کرہ ارض پر بسنے والی تمام اقوام پر محیط تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اصلاح خلق اور دعوت و ارشاد کے راستہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیا سے بڑھ کر مصائب و تکالیف کا سامنا ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کفار قریش نے اپنے زعم میں دنیاوی عزت و اکرام کے قیام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کو جو تکالیف دیں اور جس قسم کے مظالم ان پر روا رکھے اُس کی نظیر گزشتہ انبیا کی تاریخ میں ملنا محال ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین کفار قریش دین سے بالکل بے بہرہ آخرت سے بالکل غافل اور دنیا کو اپنی اصل زندگی قرار دیتے تھے۔اُن کی ذاتی قومی اور معاشرتی زندگی کا قیام صرف اس امر پر موقوف تھا کہ لوگ بتوں کا طواف کریں ان کے آگے نذریں چڑھائیں تا ایک طرف تو اُن کے گذارہ کی صورت بنی رہے اور زندگی کی گاڑی چلتی رہے اور دوسری طرف تمام لوگوں پر انکی سیاست کا سکہ جما رہے۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت و تبلیغ اور توحید کے قیام کی کوششوں کے نتیجہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ روساء قریش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور اس بات پر بھی صلح کے لئے تیار ہوگئے تھے کہ آپ بے شک توحید کی تعلیم پیش کریں اس کا پرچار کریں لیکن ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اور اس بات کو سمجھتے کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرنا اُن کی موت کے مترادف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب مخالف اپنے حریف کے بارہ میں خیال کرلے کہ وہ اُس کو تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہے تو وہ بھی اُسے نیست و نابود کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ پس کفار مکہ اپنی زندگی اسی بات میں سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کو دبائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مظالم کی چکی میں پیس ڈالیں تا اس طرح وہ اپنی عزت و رتبہ کو بچا سکیں۔

دشمنی و تکالیف کی اقسام

دنیا میں اگر کوئی شخص کسی کو تکلیف اور اذیت پہنچا سکتا ہے تو اس کی موٹی موٹی قسمیں مندرجہ ذیل تصور کی جاسکتی ہیں۔ یہ تمام قسم کی تکالیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور مخالفوں کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دی گئیں اور آج بھی حق کے دشمن اس عظیم نبی کے بارہ میں دشمنیوں کی نئی شکلیں تیار کر رہے ہیں۔ آیئے ان تکالیف اور دشمنیوں کی قسموں پر نظر ڈالیں۔

۱۔کسی معزز شخص کو برسرعام گالیاں دی جائیں اس سے ہنسی اور استہزا کیا جائے۔

۲۔اس کو بدنی تکلیف دی جائے۔

۳۔اس کے رحمی رشتہ داروں اور دوستوں پر ظلم کیا جائے اور انہیں قتل کیا جائے۔

۴۔ اس سے ہر قسم کا معاشرتی تمدنی بائیکاٹ کیا جائے۔

۵۔اس کے قتل کے منصوبے سوچے جائیں اور پھر اقدام قتل کیا جائے

۶۔ اسے اپنے وطن میں نہ رہنے دیا جائے اور ہجرت پر مجبور کردیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء اور سب و شتم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوی سے قبل اپنی قوم میں نہایت درجہ مکرم اور معزز تھے۔آپ صدوق اور امین کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود رکھتے ہوئے قریش میں جو اختلاف ہوا جس پر تمام قبائل مرنے مارنے پر تیار ہوگئے تھے اس کا فیصلہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عقل اور دانش سے ایسا عمدہ کیا کہ ہر ایک عش عش کر اٹھا اور آپ کی شان میں رطب اللسان ہوگیا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوی نبوت کیا تو انہیں لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی اور گالیاں دینی شروع کردیں۔

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ایک بار ابوجہل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت گندی گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے کچھ نہ کہا اس وقت عبداللہ بن جدعان کی ایک خادمہ یہ سب گالیاں سن رہی تھی۔ جب حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے اور آپ کی عادت تھی کہ آپ گھر جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے، تو اس خادمہ نے آپ سے کہا کہ ’’ابھی ابھی ابوالحکم تیرے بھتیجہ کو سخت برا بھلا کہتا ہوا گیا ہے اور اُسے سخت گندی گالیاں دی ہیں مگر اُس نے آگے سے کوئی جواب نہیں دیا‘‘

خادمہ نے اس درد بھرے انداز میں یہ بات کہی کہ حضرت حمزہ کی فطری غیرت جوش میں آگئی اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سیدھے اس مجلس میں گئے جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا اور بڑے زور کے ساتھ اُس کے سر پر کمان مار کر کہا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے! جا میں بھی اس کے دیں میں ہوں۔

گالیاں دینے والے ابوجہل کا رویہ تو آپ نے ملاحظہ کرلیا آیئے دیکھیں رحم و عفو کے عظیم پیامبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سب سے بڑے دشمن کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔آپ ابو جہل کو راہ راست پر لانے کی جی توڑ کوششیں کرتے رہے اسکی ہدایت کے لئے دعا فرماتے اسے تبلیغ کرتے شاید کہ وہ حق کو قبول کرلے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری پہلی ملاقات رسول اللہؐ سے اس دن ہوئی جب میں ابوجہل کے ساتھ مکہ کی ایک گلی میں آرہا تھا کہ ہمارا سامنا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہوگیا۔ رسول اللہؐ نے ابوجہل سے کہا ’’اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔‘‘ ابوجہل کہنے لگا ’’اے محمدؐ! کیا تو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آئے گا یا نہیں؟ اگر تو تم یہ چاہتے ہو کہ ہم گواہی دے دیں کہ تو نے پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے تو ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ تو نے پیغام پہنچا دیا۔ ورنہ خدا کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ جو دعویٰ تم کرتے ہو وہ برحق ہے تو پھر بھی میں تمہاری پیروی ہرگز نہ کروں گا۔‘‘ یہ سن کر رسول اللہؐ تو تشریف لے گئے۔ پھر ابوجہل مغیرہ کو مخاطب ہوکر کہنے لگا۔خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اپنی بات میں سچا ہے لیکن اس کے جد امجد قُصیّ کی اولاد نے کہا کہ خانہ کعبہ کے

غلاف کا انتظام ہمارے پاس ہے تو ہم نے تسلیم کرلیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ندوہ (جرگہ) یعنی مجلس شوریٰ کے انتظام پر بھی ہمارا اختیار ہے تو ہم کچھ بول نہ سکے۔ پھر انہوں نے ہمارے مدّمقابل یہ دعویٰ کیا کہ عرب کے جھنڈے کے بھی ہم علمبردار ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑا، انہوں نے کہا کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات ہمارے سپرد ہیں تو ہم چپ ہوگئے۔ پھر مقابلہ آگے بڑھا تو کھلانے پلانے اور سخاوت کے میدان میں ہم نے خوب ان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ ہم دونوں قبیلوں کے قافلے باہم مشابہ ہوگئے یعنی ہم ان کی برابر کی ٹکر ہوگئے تو انہوں نے دعویٰ کردیا کہ ہم میں سے نبی ہے۔ خدا کی قسم! میں یہ ہرگز نہ ہونے دونگا۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد 2 صفحہ 207 مطبوعہ مصر)

ابوجہل کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استہزاء کے کئی طریق کفار مکہ نے ایجاد کئے ہوئے تھے۔ حضور کے برے نام رکھے جاتے۔ کبھی حضور کو خیالی باتیں بتانے والا شاعر کہتے کبھی مجنون نام رکھا جاتا کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد کی بجائے مذمم پکارا جاتا شہر کے لڑکے اور اوباش حضور کا پیچھا کرتے اور تالیاں بجاتے لیکن ان سب کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاوں صبر اور تبلیغ کے ذریعہ دیا، جس کے نتیجہ میں قریش مکہ میں سے سمجھدار طبقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے لگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا اور رشتہ داروں نیز صحابہ پر ظلم

حضور کے صحابہ کو جس قدر تکالیف دی گئیں وہ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں میں ہیں۔ سب سے پہلا شہید جو اسلام کی راہ میں شہید ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ربیب حارث تھا۔ حضور نے حرم کعبہ میں آکر جب سب سے پہلے توحید کا اعلان کیا تو یہ امر قریش کے نزدیک کعبہ کی توہین تھی۔ دفعتاً ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ہر طرف سے لوگ حضور پر ٹوٹ پڑے حضور کے ربیب حارث گھر پر تھے اُن کو خبر ہوئی تو دوڑے آئے اور حضور کو بچانا چاہا لیکن ہر طرف سے اُن پر تلواروں سے وار ہوئے اور آپ شہید ہوگئے۔

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح سے اذیت دینے کے لئے نہایت ظالمانہ، شرمناک اور انسانیت سوز حرکتیں کرتے تھے۔ آپ کو آپ کے مقصد سے باز رکھنے کے لئے ایک ہتھکنڈا دشمن نے یہ آزمانا چاہا کہ رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو جن کے نکاح قریش میں ہوچکے تھے طلاق دلوائی جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے عتبہ بن ابولہب کو اس پر آمادہ کیا۔ جس نے رسول اللہؐ کی بیٹی حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ (ابن ہشام) ابولہب کے دوسرے بیٹے **عتیبہ** کا نکاح رسول اللہؐ کی بیٹی ام کلثومؓ سے ہوا تھا۔ ابولہب نے اس پر بھی دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی۔

ان مخالفتوں اور دشمنیوں کے بدلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ کیا تھا؟ یہ سوال سب سے اہم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے اوپر اور اپنے صحابہ کے اوپر ہونے والے مظالم پر صحابہ کو صبر اور استقامت نیز دعا کی تلقین فرماتے تھے۔ بخاری شریف میں ایک روایت درج ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت خباب بن الارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں کو قریش کے ہاتھوں بہت تکالیف پہنچ رہی ہیں آپ اُن کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے اس وقت حضور لیٹے ہوئے تھے یہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضور کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا فرمایا ’’تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے گئے اور وہ چیر ڈالے گئے مگر اپنے کام میں لگے رہے دیکھو خدا اس کام کو پورا کرے گا حتی کہ ایک شتر سوار صنعا سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل سے دشمنوں کی ہدایت کے خواہاں تھے اُن کی ایذاؤں پر نہ صرف صبر کرتے بلکہ انکی اصلاح اور ہدایت کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا بائیکاٹ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قوم کی طرف سے مصائب اور مشکلات میں دیگر انبیا کی قوموں کی نسبت سب سے زیادہ آزمایا گیا قریش مکہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے اقربا و اصحاب پر قسم قسم کے مظالم توڑے جانے لگے لیکن قریش اپنی تمام تر کوششوں میں ناکام رہے۔ چنانچہ انہوں نے اجتماعی طور پر رسول اللہؐ کے قتل کا فیصلہ کیا اور اس سے اختلاف کی صورت میں رسول اللہؐ کا ساتھ دینے والے آپؐ کے سارے خاندان کے ساتھ بائیکاٹ کیا گیا جس میں یہ طے کیا گیا کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ، خرید و فروخت اور میل جول سب بند کردیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ رسولؐ اللہ کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے کردیں۔ (ابن سعد) قریش کے اس بہیمانہ سلوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلہ بنو ہاشم کے تمام لوگ مسلمان اور کافر رسول اللہ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے اس پر قریش مکہ نے اپنے بازار ان پر بند کردیئے۔

ابوطالب اپنے خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہوگئے انہیں غلہ اور کھانے پینے کے سامان کی خرید و فروخت سے کلی طور پر روک دیا گیا۔ ہر قسم کا سامان تجارت وہ ان سے پہلے جاکر خرید لیتے مقصد یہ تھا کہ وہ رسول اللہؐ کو ان کے سپرد کردیں ورنہ یہ ان کو فاقوں اور بھوک سے ہلاک کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مقاطعہ کے ذریعہ مسلسل تین سال تک بائیکاٹ کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ کفار مکہ ظلم کی انتہا تک پہنچ گئے لیکن قربان جائیں عفو اور درگزر کے اُس عظیم شہنشاہ پر جس نے ہر ظلم کا جواب پیار محبت اور حسن سلوک سے دیا۔ اپنا مقاطعہ کرنے والوں اور کھانے پینے سے اجتماعی بائیکاٹ کرنے والے اہل مکہ پر جب قحط سالی کی مصیبت آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے غم بھلا کر اُن کی مدد کی۔ سن چار ہجری کا واقعہ ہے کہ جب کفار مکہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے کے لئے جنگ بدر اور جنگ اُحد لڑ چکے تھے اور اسکے بعد پے در پے مخالفت میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جارہے تھے مکہ میں ایک بہت سخت قحط پڑا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قحط کے پڑنے اور غربا کی تکالیف کا علم ہوا تو آپ نے ازراہِ ہمدردی مکہ کے غربا کے لئے کچھ چاندی بھجوائی۔

پھر بخاری شریف میں روایت درج ہے کہ ایک اور موقعہ پر مکہ میں قحط پڑا ان کی طرف سے ابوسفیان بن حرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رشتہ داری اور قرابت کا واسطہ دیکر تحریک کی کہ اُن کے لئے اس قحط کے دور ہونے کی دعا کی جائے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ آپ کی ذاتی دشمنی کے باوجود آپ کی ذاتی نیکی تقویٰ اور طہارت کے قائل تھے۔

آنحضرتؐ کے قتل کے منصوبے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے کئی مرتبہ کفار مکہ اور یہود کی جانب سے کئے گئے۔ لیکن ہر بار اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت فرمائی اور دشمن کے ہاتھوں محفوظ رکھا۔ دشمن آپ کے اخلاق کریمانہ اور عفو کی شان دیکھ کر صدق دل سے ایمان لے آئے۔ حضرت عمر بھی آپ کے قتل کی نیت سے نکلے تھے مگر خود محبت الٰہی کے قتیل بن گئے۔ آپ کو ایک دفعہ حرم کعبہ میں گلا گھونٹ کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ اور بالآخر تمام قبائل نے مل کر آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہر قبیلہ سے ایک جوان آدمی چن لیا گیا تاکہ آپ کا خون تمام قبائل میں مشترک ہوجائے اور بنو ہاشم ان کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ گویا انہوں نے اس نیکی کا جو حجر اسود رکھتے وقت آپنے کی تھی اس طرح بدلہ لیا۔ جنگوں میں آپ کا وجود دشمنوں کے لئے سب سے زیادہ حملہ کی جگہ ہوتا۔ اور ان کی پوری کوشش ہوتی کہ کسی طرح آپ کو شہید کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ احد میں سخت تکالیف اٹھانی پڑیں اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ آپ کی زندگی کے بھاری صدموں میں سے ایک صدمہ تھا۔ مسلمانوں کی ستر قیمتی جانوں کا نقصان ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے دو دانت شہید ہوگئے چہرہ زخمی ہوگیا اور اس سے خون بہہ رہا تھا حضور خون پونچھتے جاتے اور ان جانی دشمنوں کے بارہ میں فرماتے جاتے:

وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلودہ کردیا حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔

حضور کی یہ تکلیف صحابہ کیلئے بہت گراں تھی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مشرکین کے خلاف بددعا کریں آپ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھے تو اسلام کی دعوت دینے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! میری قوم کو معاف کردے کہ یہ لوگ جانتے نہیں۔

یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دشمنوں

سے حسن سلوک ۔ کیا تاریخ اس کی کوئی ایک مثال بھی پیش کرسکتی ہے؟

آنحضرت کی وطن سے ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل 13 سالوں تک اہل مکہ کو پیغام الٰہی پہنچاتے رہے شب و روز ان کی ہدایت کے لئے دعائیں طلب کرتے رہے۔ ان کاوشوں اور مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں مومنوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا وجود قائم ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی روئے زمین کی واحد جماعت تھی۔ اس وقت تبلیغ کے نتیجہ میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دیتی تھیں۔ ان تکالیف اور مصائب سے نجات کے لئے آپ نے پہلے اپنے ساتھیوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا پھر سن 13 نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور وہ ایسی حالت تھی کہ ہر ذی استطاعت نے ہجرت کی اور مکہ سے نکل گیا۔

ہجرت کے لئے آپ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے منتظر تھے۔ آپ کی ہجرت کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام پہنچانا تھا جس کی بنیاد پہلی وحی کے ذریعہ رکھی جا چکی تھی۔ اس پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی آپ کی ہجرت کی خبر بھی آپ کو مل چکی تھی۔ تاریخ میں درج ہے کہ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آئیں تو انہوں نے وحی کی ساری کیفیت سن کر کہا تھا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے اس شہر سے نکال دے گی۔ آپؐ کے لئے اپنے دیس اپنے پیارے وطن سے نکالے جانے کا تصور ہی تکلیف دہ تھا جس کا کچھ اندازہ آپؐ کے اس تعجب آمیز جواب سے ملتا ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ ''اَوَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ'' کیا میری قوم مجھے اپنے وطن سے نکال باہر کرے گی یعنی میرے جیسے بے ضرر بلکہ نفع رساں وجود کو جو اِن کے لئے ہر وقت فکر مند اور دعا گو ہے دیس سے نکال دیا جائیگا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ مگر ورقہ نے بھی ٹھیک ہی تو کہا تھا کہ پہلے جس کسی نے بھی ایسا دعویٰ کیا اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔ آپؐ کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ (بخاری)

اور پھر وہی ہوا کہ وہ شاہ دو عالم جس کی خاطر یہ ساری کائنات پیدا کی گئی۔ ان کو ایک دن اپنے وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ جس روز آپؐ مکہ سے نکلے ہیں اس روز آپؐ کا دل اپنے وطن مکہ کی محبت میں خون کے آنسو رو رہا تھا۔ جب آپؐ شہر سے باہر آئے تو اس موڑ پر جہاں مکہ آپؐ کی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا آپؐ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور مکہ کی طرف منہ کر کے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مکہ تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔

ہجرت کا درد اور صدمہ اتنا بھاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدمہ کم کرنے کے لئے یہ دعا سکھائی کہ:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

(بنی اسرائیل:81)

یعنی ''اے میرے رب مجھے نیک طور پر دوبارہ مکہ میں داخل کر اور نیک ذکر چھوڑنے والے طریق پر مکہ سے نکال اور اپنے پاس سے میرا کوئی مددگار مقرر کر۔''

وطن سے نکالنے والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ کیا تھا؟ حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ساری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہو کر یہ دعائیہ آیت پڑھتے رہے ''کہ اے اللہ! اگر تو ان کفار کو عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے۔'' (نسائی) گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکیمانہ تدبیروں سے قریش و کفار مکہّ کے ایمان لانے کے خواہش مند تھے نہ کہ اُن کی تباہی اور بربادی کے خواہش مند۔ آپ کی دلی کیفیت اور دعاوں کا نتیجہ تھا کہ 23 سال کے قلیل عرصہ میں سارے دشمن آپ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو گئے۔ اور آپ پر درود بھیجنے والے بن گئے۔

کفار مکہ کے مظالم کا آپ کی جانب سے جو شاندار جواب دیا گیا وہ فتح مکہ کے وقت ظاہر ہوا۔ جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ کے چاروں اطراف سے شہر میں داخل ہوا تو قتل و غارت کا بازار گرم نہ ہوا بلکہ امن و سلامتی کے شہزادے کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوا کہ آج مسجد میں داخل ہونے والے ہر شخص کو امان دی جاتی ہے۔ امان دی جاتی ہے ہر اُس شخص کو جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا اپنے ہتھیار پھینک دے اپنا دروازہ بند کر لے اور ہاں جو شخص بلال حبشیؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے اسے بھی امان دی جاتی ہے۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سارے دشمنوں کو پیار محبت، احسان و ہمدردی سے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مکہّ کی فتح تو دراصل آپؐ کے خلق عظیم کی حقیقی فتح تھی کہ کفار نے بھی آپؐ کے اس سوال پر کہ تم سے کیا سلوک کیا جائے یہی کہا کہ ہمیں آپ سے نیک سلوک کی امید ہے اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان سے حسن سلوک کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں ہی تمہیں معاف نہیں کرتا بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لئے عفو کا طلب گار ہوں۔'' (ابن ہشام)

حقیقت میں آپ خلق و اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظّمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقتاً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہو گئے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 88)

وَسِّعْ مَكَانَكَ الہام حضرت مسیح موعودؑ
RAICHURI CONSTRUCTIONS
SPECIALIST IN BUILDING CONTRACTS
SINCE 1985
EMAIL:RAICHURI.CONSTRUCTION@GMAIL.COM
B/007,ITKAR SOC ,SURESH NAGAR ,R.T.O ,
ANDHERI (WEST) ,MUMBAI - 400056.
MAQBOOL AHMED: 09987652552 / 09664334252

گردھاری لال، ملکھی رام سیالکوٹ والے کی پرانی دُوکان
لوتھرا جیولرز قادیان
Kewal krishan & Karan Luthra
Shivala Chowk, Main Bazar , Qadian
Ph.9888 594 111, 8054 893 264
E-mail: luthrajewellers@live.com
LUTHRA JEWELLERS SIGN OF PURITY
Since 1948

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب وامیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مَہ لقا یہی ہے

❀❀❀

بقیہ: اداریہ از صفحہ 1

رَوَاہُ الْبیہقی فی شعب الایمان۔
(مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ ۳۸ کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۴۳)

یعنی آخری زمانے کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اُٹھیں گے اور ان میں ہی لَوٹ جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
تَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ فَزْعَۃٌ فَیَسِیْرُ النَّاسُ اِلٰی عُلَمَآئِہِمْ فَاِذَا ھُمْ قِرَدَۃٌ وَخَنَازِیْرُ۔ (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت پر ایک زمانہ اضطراب اور انتشار کا آئے گا۔ لوگ اپنے علماء کے پاس رہنمائی کی اُمّید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سؤروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی ان علماء کا اپنا کردار انتہائی خراب اور قابلِ شرم ہوگا۔

پس فتنہ پرداز علماء کی جھوٹی باتوں اور خود ساختہ فتووں کے پیچھے چل کر مسلمانوں کا اپنے دین وایمان کو تباہ کر لینا حد درجہ حماقت ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کا حساب علماء سے نہیں پوچھے گا ہر ایک اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہوگا۔ پس سُنی سُنائی بات پر یقین کرنے کی بجائے خود پڑھیں اور خود بات کر کے حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔ بات کرنا تو انبیاء کی سنت ہے۔ نفرت کے انگارے بات کرنے سے ہی ٹھنڈے پڑیں گے۔ باہم گفت وشنید سے ہی مسائل حل ہوں گے۔ میل جول سے ہی محبت پیدا ہوگی۔

ہم سو فیصد یقین سے کہتے ہیں کہ جب عام مسلمان احمدیوں سے گفتگو کریں گے تو اُن پر احمدیت کی صداقت آشکار ہو جائے گی اور ان کی نفرت جاتی رہے گی۔ انشاء اللہ

(منصور احمد)

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
مسرور | شہروز | اسد

BANI ®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908-1968)
(ESTABLISHED 1956)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
5, SOOTERKIN STREET, KOLKATA-700072
BANI AUTOMOTIVES
56,TOPSIA ROAD (SOUTH)
KOLKATA- 700046
BANI DISTRIBUTORS
5, SOOTERKIN STREET
KOLKATA-700072

PHONE: CITY SHOWROOM: 2236-9893, 2234-7577, WAREHOUSE: 2343-4006, 2344-8741, RESIDENCE: 2236-2096, 2237-8749, FAX: 91-33-2234-7577

10 Years Quality Service 2003-2013
Study Abroad
سٹڈی ابراڈ
All Services free of Cost
Prosper Overseas is the India's Leading Overseas Education Company.
About Us
Prosper Overseas is a One STOP SOLUTION to all International Study Needs. Representing over 500 Universities / Colleges in 9 countries since last 10 years
Achievements
• NAFSA Member Association , USA.
• Certified Agent of the British High Commission
• Trusted Partner of Ireland High Commission
• Nearly 100 % success Rate in Student Admissions in various institutions abroad, Training Classes, and Student Visas.
Corporate Office
Prosper Education Pvt Ltd.
1-7-27/6, Behind Green Park Hotel, Green Lands, Ameerpet, Hyderabad - 500 16, Andhra Pradesh, Phone : +91 40 49108888.

10 Offices Across India
10 Years Quality Service 2003-2013
Study Abroad
Study Abroad
بیرون ممالک میں اعلیٰ پڑھائی کرنے کیلئے رابطہ کریں
CMD : Naved Saigal
Website : www.prosperoverseas.com
Email : info@prosperoverseas.com
National helpline : 9885560884

عشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ ۔ نظم ونثر کی روشنی میں

تحریر: مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد (مرحوم)

ہمارے محبوب امام سیدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ دور حاضر کے عظیم ترین روحانی پیشوا، مصلحین اُمّت کی گوناگوں صفات کے مرقع اور ’’فخر رسل‘‘ کے آسمانی لقب کے حامی تھے۔ حسن میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے مثیل، خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بروز، کمالات شعری میں حضرت حسّان بن ثابت کے مظہر اور عشق رسول میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجسّم تصویر!

حضور انور کی خدا نما زندگی کے اگرچہ ہزار ہا پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے اور آپ کی ذات میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت سے جلوہ گر ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق کے بعد آپ کو اوّلین وآخرین میں سے جس وجود مقدس ومطہر کے ساتھ سب سے زیادہ محبت وعقیدت تھی اور جس کی یاد میں آپ کی روح ہر وقت گداز رہتی اور حمد کے ترانے گاتی تھی وہ سید الاوّلین والآخرین فخرِ دو عالم فخرِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامّی روحی وجنانی) تھے۔ جس کا کسی قدر اندازہ آپ کے شعری کلام سے بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر مضمون میں حضور کی منظومات میں سے ایک مختصر سا انتخاب ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

1۔ عنفوانِ شباب کے آغاز سے حُبّ محمدؐ کے ترانے

سیّدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک صرف اٹھارہ برس تھی کہ آپ نے اپنے آقا ومولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اشعار کہنے شروع کر دیئے جس سے قطعی طور پر نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جناب الٰہی کی طرف سے عشق رسول کا بے پناہ جذبہ ابتدا ہی سے آپ کی فطرت کو ودیعت کیا گیا تھا اور آپ کی روح کو روحِ مصطفویؐ سے ایک خاص نسبت و تعلق تھا۔ چنانچہ آپ نے 1907ء میں فرمایا:

محمدؐ میرے تن میں مثل جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
وہ ہم کہ فکر میں دیں کے ہمیں قرار نہیں
وہ تم کہ دین محمدؐ سے کچھ بھی پیار نہیں
کروڑ جاں ہو تو کردوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف وعنایات کا شمار نہیں

2۔ انیس سال کی عمر میں نعتِ رسولؐ

1908ء میں جبکہ حضور کی عمر صرف انیس سال کی تھی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں پر کیف نعت لکھی جس کے چند اشعار یہ تھے۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کُوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اس نے روشن کردیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
مرا ہر ذرہ ہو قربان احمدؐ
مرے دل کا یہی ایک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یاد یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے

3۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے درد

اسی زمانہ میں ایک اور نظم میں دین محمدؐ کے لئے اپنی بے قراری اور اضطراب کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

کچھ اپنے تن کا فکر ہے نہ مجھ کو جان کا
دینِ محمدؐی کے لئے مر رہا ہوں میں
بیمار روح کے لئے خاک شفا ہوں میں
ہاں کیوں نہ ہو کہ خاک درِ مصطفیٰ ہوں میں

4۔ جمال محمدیؐ میں برکت کے لئے دعا

جنوری 1914ء میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت کا چشمہ بحر موّاج کی شکل اختیار کر گیا اور آپ کے قلب وروح جمال محمدیؐ اور انوار محمدیؐ کے تصور میں بے خود ہوکر بے ساختہ پکار اٹھے۔

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت
ہو اس کی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت جلال میں برکت

5۔ جلوۂ محمدیؐ کا پر کیف منظر

علم وعرفاں کی سیر روحانی میں اور آگے بڑھے تو جلوۂ محمدی کا ایک نیا رنگ نظر آیا۔ چنانچہ عالم کیف میں دنیا کو للکارا ؎

مرے پکڑنے پہ قدرت تجھے کہاں صیاد
کہ باغِ حسنِ محمدؐ کی عندلیب ہوں میں

اور رسول کائنات سے لقاء الٰہی کے لئے درخواست کی ؎

یا محمدؐ دلبرم از عاشقانِ روئے تُست
مجھ کو بھی اس سے ملادے ہاں ملادے آج تو

شروع 1944ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود کے منصب کا انکشاف ہوا تو اس عاشق رسولؐ کے اندر ایک تغیر عظیم برپا ہوگیا اور یاض رسولؐ میں بلبل کے نغموں کا رنگ ہی بدل گیا۔ چنانچہ حضورؓ نے دعویٰ مصلح موعود کے دو ماہ بعد ایک پر معارف نظم لکھی جس میں والہانہ انداز میں اپنی اس تمنائے دل کا واضح لفظوں میں اظہار فرمایا کہ ؎

شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو

پھر امّت مصطفیٰ کے لئے دست بہ دعا ہوئے ؎

سید الانبیاء کی امّت کو
جو ہوں غازی بھی، وہ نمازی بخش

6۔ فیضان مصطفوی کی منادی

پھر حضورؓ کے فیضان اور قوت قدسی اور تاثیر روحانی کا یہ ولولہ انگیز اعلان فرمایا۔

كَمْ تَنْفَعُ الثَّقَلَيْنِ تَعْلِيمَاتُهٗ
قَدْ خُصَّ دِيْنُ مُحَمَّدٍ بِعُمُوْمِهَا
ظَهَرَتْ هِدَايَةُ رَبِّنَا بِقُدُوْمِهٖ
زَالَتْ ظَلَامُ الدَّهْرِ عِنْدَ قُدُوْمِهَا
جَآءَ بِتِرْيَاقٍ مُزِيْلٍ سِقَامَنَا
غَابَتْ غَوَايَتُنَا بِكُلِّ سُمُوْمِهَا
نَزَلَتْ مَلَآئِكَةُ السَّمَآءِ لِنَصْرِهٖ
قَدْ فَاقَتِ الْاَرْضُ سمیً بِظُلُوْمِهَا
رُفِعَتْ بُيُوْتُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَفَاعَةً
خُسِفَ الْبِلَادُ بِفُرْسِهَا وَبِرُوْمِهَا
مُنِحَ الْعُلُوْمِ صَغِيْرَهَا وكبيرَها
صبّتْ سَمَاءُ الْعِلْمِ مَاءَ غُيُوْمِهَا
فَاضَتْ ضَفُوْفُ الْكَوْثَر شَوْقًا لَهٗ
وَعَدَتْ اِلَيْهِ الْجَنَّةُ بِكُرُوْمِهَا

7۔ آنحضرتؐ کی عالمگیر حکومت کے قیام کے لئے دعا

1947ء کے انقلاب میں قادیان سے ہجرت کر کے ارضِ پاکستان میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رسول خدا کی عالم گیر روحانی حکومت کے قیام کی خاطر ربوہ کے نام سے ایک نئی بستی کی بنیاد رکھی اور اپنے مولا حقیقی سے دعا کی ؎

آپ آکے محمدؐ کی عمارت کو بنائیں
ہم کفر کے آثار کو دنیا سے مٹائیں

8۔ بارگاہِ نبوی میں التجا

احمدیت کے مرکز جدید کی تعمیر کا نیا دور شروع ہوا تو ایک طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں نذرانہ عقیدت لے کر التجا کی ؎

اے شاہِ معالی آ بھی جا
اے ضوءِ لآلی آ بھی جا
اے روحِ جمالی آ بھی جا
تو میرے دل میں دل تجھ میں
قَصْدِي وَ مَنَالِي آ بھی جا
دشمن نے گھیرا ہے مجھ کو
صَبْرِي وَ بَسَالِي آ بھی جا
سب کام مرے تجھ بن اے جاں
ہیں لطف سے خالی آ بھی جا

دوسری طرف اہل عالم کو پرشوکت الفاظ میں توجہ دلائی ؎

آسمانی بادشاہت کی خبر احمدؐ کو ہے
کس کی ملکیت ہے خاتم یہ نگیں سے پوچھیے
کس قدر صدمے اُٹھائے ہیں ہمارے واسطے
قلبِ پاک رحمۃ للعالمینؐ سے پوچھیے

اس سوز و گداز کے عالم میں یہ انکشافِ حقیقت بھی فرمایا ؎

عشقِ خدا کی مَے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفیٰ کے ہاتھ پہ اسلام لائے ہیں

نیز سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت و رسالت کا اظہار بایں الفاظ فرمایا ؎

فرش سے جا کر لیا دم عرش پر
مصطفیٰؐ کی سیرِ روحانی تو دیکھ

9۔ دعائیہ اشعار میں جماعت کو وصیت

بالآخر حضورؓ نے جب اپنی نگاہِ بصیرت سے اپنی واپسی کا زمانہ قریب سے قریب تر آتا محسوس کیا اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی مبارک ساعتیں نزدیک دکھائی دینے لگیں تو اپنی جماعت کو دعائیہ اشعار میں وصیت فرمائی ؎

حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے
پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
تم ہو خدا کے ساتھ، خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

10۔ نثر میں عشقِ رسولؐ کی جھلکیاں

یہ تو سیدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے شعری کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جہاں تک حضورؓ کی مقدس تحریرات اور پاکیزہ ملفوظات کا تعلق ہے سرورِ کائنات ﷺ کے مقامِ بلند، شانِ ارفع اور فیوضِ روحانیہ کا تذکرہ بڑی کثرت سے ملتا ہے جو بلا مبالغہ ہزاروں صفحات پر محیط ہے۔ اور الفضل کے پچاس سالہ فائل اس پر شاہدِ ناطق ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی متعدد مطبوعہ تصانیف و تقاریر مثلاً سیرۃ النبیؐ، دنیا کا محسن، اسوۂ کامل، دیباچہ تفسیر القرآن، سیرِ روحانی، سیرۃ خیر الرسل، تو تذکارِ نبوی کے لئے ہی مخصوص ہیں جن کی سطر سطر سے عشقِ رسالت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ مگر اس وقت حضور کی دلآویز، روح پرور، ایمان افروز اور وجد آفرین تحریرات میں سے بطور مثال صرف ایک شہ پارہ پیش کرتا ہوں جس سے عصرِ حاضر کے اس بے نظیر عاشقِ رسولؐ کے مقامِ عشق و محبت کی ایک جھلک ہمارے سامنے آتی ہے۔

سیدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد مبارک کے سالِ اول کے اختتام پر ایک کتاب "حقیقۃ النبوۃ" تالیف فرمائی جس کے صفحہ 185 پر تحریر فرمایا:

"نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے۔ پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔ پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔

میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ بابِ نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 14 فروری 2014 صفحہ 2)

❀❀❀

نعت

میرا جو بھی ہے نام، تیرے نام
میرا ہر اِک مقام تیرے نام

میری سب منزلیں، سبھی رستے
ہر قدم، گام گام، تیرے نام

میرا دل، میری جان، میرا بدن
سب ہیں تیرے غلام، تیرے نام

میرے ہجر و وصال، ماہ و سال
گردشِ صبح و شام تیرے نام

خال و خد میرے، میرے دیدہ و دل
جس قدر بھی ہیں جام، تیرے نام

گلشنِ جاں کا میرے ایک اک پھول
ہے بصد احترام تیرے نام

ایک اِک شعر، ایک ایک خیال
میرا سارا کلام تیرے نام

حسن سے تیرے ہو کے بہرہ مند
کریں الفت کو عام تیرے نام

تجھ سے آغاز، تجھ سے ہی انجام
ابتدا، اختتام تیرے نام

وہ کریں قتلِ عام تیرے نام
قتل ہوں ہم غلام تیرے نام

(میر انجم پرویز)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد مُلّاؤں اور ان کے سرپرستوں اور ہمنواؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے
خصوصیت سے حسبِ ذیل دعائیں بکثرت پڑھیں

❀...... رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔
اے اللہ ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما

❀...... اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔
اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور مضر اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

❀...... اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً
اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

سیرۃ النبی ﷺ کے بعض پہلوؤں پر اعتراضات کے جوابات

سید آفتاب احمد۔ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کی خوبیوں کو دیکھ کر بعض کوتاہ نظر اور متعصب قسم کے لوگ عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ فرزندانِ اسلام نے ایسے معترضین کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی عظمت وشان اور آپ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کو خوب اُجاگر فرمایا: چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

''میں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں جو عدمِ بصیرت کی وجہ سے معترضین کو دکھائی نہیں دیں اور درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آکر اٹکا ہے، وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 58 طبع اوّل)

سیرت آنحضرت ﷺ کے تعلق سے معترضین نے متعدد اعتراضات کئے ہیں۔ ایک عیسائی نے سوال کیا کہ:

''کیا حضرت محمد صاحب (ﷺ) کے لیے علیحدہ اسلامی قانون تھا اور ان کی امت کیلئے علیحدہ اسلامی قانون ہے؟ جیسا کہ حضرت محمد صاحب (ﷺ) نے چار سے زائد بیویاں کیں لیکن اُن کا اُمتی شخص صرف چار بیویاں کرسکتا ہے؟ کیا یہ بات قابل اعتراض نہیں کیونکہ قرآن شریف میں جہاں کہیں نماز، روزہ کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ حضرت محمدؐ صاحب کے لئے تھا لیکن اُن کی اُمت کیلئے نہیں؟ اس طرح تو امتی حضرات کیلئے نماز وغیرہ معاف ہونی چاہیئے۔ اگر نہیں تو پھر وہ اپنے بانیٔ مذہب کی طرح چار سے زائد شادیاں کیوں نہیں کرتے۔ کیا اس بات سے اس مذہب کا پول نہیں کھل گیا؟''

(رسالہ الفرقان دسمبر 1963ء صفحہ 35)

خالد احمدیت محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر ماہنامہ الفرقان نے جواب دیا۔

''اسلامی قانون عالمگیر اور فطرت کے مطابق ہے۔ اس میں ہر طبقہ کی ہر ضرورت کیلئے احکام موجود ہیں۔ ان احکام میں افراد کے حالات کے اختلاف اور کوائف کی تبدیلی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اُمراء کیلئے ان کے مناسب حال احکام ہیں اور غرباء کیلئے احکام علیحدہ ہیں۔ مردوں کے احکام الگ ہیں اور عورتوں کے احکام الگ۔ بادشاہوں اور اصحابِ اقتدار کو جس انداز میں خطاب کیا گیا ہے وہ محکوموں اور رعایا کے خطاب کے انداز سے مختلف ہے۔ تندرستوں کیلئے اَور احکام ہیں اور بیماروں کیلئے دوسرے احکام ہیں۔ اقامت پذیر لوگوں کیلئے علیحدہ احکام ہیں اور مسافروں کے لئے علیحدہ۔ غرض ہر انسانی طبقہ کے لئے ان کے مناسب حال شرعی احکام موجود ہیں۔ شریعت کے عمومی اور بنیادی احکام میں سب انسان یکساں طور پر مخاطب اور مساوی طور پر ان کے مکلف ہیں لیکن حالات کے اختلاف کے ساتھ احکام کی شکلوں میں اختلاف ہو جاتا ہے اور عقل و فطرت کے مطابق ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ اسلامی شریعت اندھے کی لاٹھی نہیں جو بے طرح گھومتی رہتی ہے۔

اسلام سے پیشتر شادی کے معاملہ میں بہت بے قاعدگی تھی۔ بعض لوگ تو شادی کو بنیادی طور پر غلط اور باعثِ گناہ سمجھتے تھے اس لئے رہبانیت کو اختیار کر لیتے تھے اور دوسرے لوگ شادیوں کی تعداد میں کسی پابندی کے قائل نہ تھے۔ بیوی کے حقوق و واجبات کی تفصیل تو کسی شریعت میں بھی تصریح سے مذکور نہ تھی۔ بائبل اور تاریخ سے نبیوں تک کی بکثرت شادیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ (پیدائش۔ اسموئیل) بلکہ بائیبل نے تو انبیاء علیہم السلام کو بدنام کرنے کیلئے اُن پر ناجائز تعلقات کے بھی ظالمانہ الزام لگائے ہیں۔ (۲ سموئیل ۱۱/۴) اسلام نے نبیوں کی تطہیر کی ہے اور شادی کے معاملہ میں مکمل اور مفصل لائحہ عمل مقرر فرمایا ہے۔

قرآن مجید اور اسلام کا حکم ہے کہ جو شخص اپنے حالات کے ماتحت شادی نہ کر سکے یا اسے شادی میسر نہ ہو تو وہ روزہ وغیرہ کے ذریعہ تقویٰ کی زندگی بسر کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے مالی وسعت عطا فرمائے اور اس کے لئے رشتہ کے سامان پیدا ہوجائیں۔ جو لوگ شادی کر سکتے ہیں ان کیلئے قرآن مجید میں حکم ہے کہ تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے شادی کریں۔ اگر کسی شخص کو ایک سے زائد شادی کرنے کی ضرورت ہو، اس کی شخصی یا قومی مصلحت کا تقاضا ہو اور وہ شخص دو بیویوں کے درمیان تمام معاملات میں پورا پورا عدل کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو اس کے ایک کی طرف جھک جانے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک سے زائد شادی کرسکتا ہے اور یہ اجازت زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں چار شادیوں تک کی ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کا مقام عام اُمتیوں سے اپنے تقویٰ کے لحاظ سے بھی نہایت بلند و بالا ہے۔ اور اس کے جماعتی وقومی مصالح بھی بہت زیادہ ہیں۔ بالخصوص صاحب شریعت نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نئی شریعت کی ساری تفصیلات کی تعلیم بالخصوص طبقۂ نسواں کیلئے خصوصی احکام عورتوں میں جاری وساری کرنے کیلئے متعدد بیویوں سے شادی کرے اور انہیں مستورات کیلئے بطور معلمہ اور نمونہ مقرر کرے۔ قرآن مجید میں ازواج النبی ﷺ کا یہی مقام بیان ہوا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو عام مومنوں کی نسبت سے زیادہ شادیوں کی اجازت فرمائی۔ تا دینی تعلیم و تربیت کا عورتوں کیلئے براہِ راست مناسب انتظام ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عام مومنوں کی اجازت اور رسول پاک ﷺ کی اجازت میں ایک اور بنیادی اور خاص قابلِ توجہ فرق یہ ہے کہ عام مومن کسی بیوی کی وفات یا طلاق پر قواعدِ شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے نئی شادی کرنے کا مجاز ہے۔ اس طرح بیک وقت چار کی پابندی کے ساتھ سلسلہ آگے چل سکتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کو ازروئے قرآن مجید اختیار نہیں تھا کہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے سکیں یا کسی کی وفات پر اور شادی کرلیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پابند فرما دیا کہ آپؐ ان ازواج مطہرات کو ہی اپنی زوجیت میں رکھیں۔ یہ پابندی یا اعزاز ایک تو اسلئے تھا کہ ازواج مطہرات نے دنیوی ساز و سامان پر اللہ اور رسول کو ترجیح دی تھی اور دین کی خدمت کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ دوسرے اِس پابندی کی وجہ یہ تھی کہ ان مقدس خواتین کے ذریعہ اُمت کی عورتوں کی تربیت کا مستقل کام لیا جانے والا تھا۔

معترض عیسائی صاحب نے کہا ہے کہ بیویوں کے زیادہ کرنے کی اجازت میں تو رسول کو امتیاز دے دیا گیا ہے مگر نماز وغیرہ عبادت میں آپ امتیوں سے زیادہ کے مکلف نہیں ہیں۔ دراصل معترض نے قرآن مجید پر غور نہیں کیا ورنہ وہ یہ سوال نہ اُٹھاتا کیونکہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو عبادت میں بھی زیادہ مکلف فرمایا ہے۔ عام مومنوں کیلئے پانچ نمازیں فرض ہیں مگر آنحضرت ﷺ کیلئے ایک چھٹی نماز یعنی تہجد کی نماز خاص طور پر مقرر فرمادی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ رسول پاک ﷺ اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے اور صحابہ حیران رہ جاتے تھے۔

نمازیں بھی آپؐ زیادہ پڑھتے تھے اور روزے بھی آپؐ زیادہ رکھتے تھے۔ آپؐ ساری اُمت کیلئے نمونہ ہیں۔ ایک سے زیادہ شادی اسلامی نقطۂ نگاہ سے بھاری ذمہ داری ہے۔ ہر شخص کیلئے بیک وقت دو بیویوں کے حقوق بھی عدل و انصاف کے ساتھ ادا کرنا سخت دوبھر ہے چہ جائیکہ وہ نو بیویوں کے حقوق ادا کرنے والا ہو۔ یہ ذمہ داری صرف سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اٹھا سکتے تھے۔ تعداد سے قطع نظر نفسِ شادی اور بیویوں سے حسنِ سلوک میں ہمارے آقا محمد عربی ﷺ ہم سب کیلئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔

عیسائی معترض صاحبان کیلئے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آیا ان کے ہاں بائیبل کے رُو سے یسوع مسیح اور عام عیسائیوں میں یکسانیت ہے؟ مسیحی کہتے ہیں کہ مسیح نے تو رات کے مطابق شادی نہ کی تھی تو کیا وہ شرعی صحیح شادی کے معاملہ میں عیسائیوں کیلئے نمونہ بن سکتے

ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر انجیل میں لکھا ہے کہ:۔

(الف) ’’دیکھو ایک بدچلن عورت جو اس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگِ مرمر کی عطر دانی میں عطر لائی اور اس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے اور اس کے پاؤں بہت چومے اور ان پر عطر ڈالا۔‘‘ (لوقا: ۷/ ۳۷۔۳۸)

(ب) بعض عورتیں جنہوں نے بری روحوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھی یعنی مریم جو مگدلینی کہلاتی تھی جس میں سے سات بدروحیں نکلی تھیں اور یوانہ ہیرودیس کے یوانہ خوزہ کی بیوی اور سوسنا اور بہتیری اور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے انکی خدمت کرتی تھیں۔‘‘

(لوقا ۸: ۲،۳)

کیا عیسائی صاحبان کیلئے اس طریق میں مساوات روا ہے اور کیا وہ اسے اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بیویوں کے تعلق سے ایک اور اعتراض کا جواب خاکسار سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قلم سے قارئین کی نذر کرتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

’’بعض نادان بعض حدیثوں کی بناء پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بھی ایک بیوی کے گھر اسلئے جانا چھوڑ دیا تھا کہ وہ بوڑھی ہوگئیں تھیں۔ حالانکہ حدیثوں سے یہی ثابت ہے کہ اس عورت نے خود رسول کریم ﷺ کو کہا تھا کہ میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔

(بخاری کتاب النکاح باب المرأۃ تہب یومہا من زوجہا لضرتہا و کیف یقسم ذالک)

بے شک روایت کیا جاتا ہے کہ اس بیوی کے دل میں ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ رسول کریم ﷺ مجھے بوجہ بڑھاپے کے طلاق دے دیں۔ اور ممکن ہے یہ بات درست ہو۔ عورتیں بعض دفعہ اپنی کمزوری کے باعث اس قسم کے وہموں میں مبتلاء ہو جاتی ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ کے دل میں یہ خیال کبھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔ آپؐ کی عمر کا ایک ایک لحظہ اور ایک ایک دقیقہ اس افتراء کی تردید کرتا ہے۔ اس بہتان کو ردّ کرتا ہے اور اس خیال کو دھکے دیتا ہے۔ بدبخت ہے وہ انسان جو محمد رسول اللہ ﷺ کا متبع کہلا کر ایسا خیال دل میں لاتا ہے اور اندھا ہے وہ آدمی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھتے ہوئے پھر اس پر یقین کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی شادی پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہوئی تھی اور اُس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت خدیجہؓ چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوگئیں اور اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر 49 سال کی تھی۔ مگر دوست اور دشمن شاہد ہیں کہ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے ایسا برتاؤ کیا جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے۔ حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کے بعد ہوئی اور اُن کی وفات 54 ہجری میں ہوئی ہے۔ چونکہ اُن کی عمر کا صحیح اندازہ مجھے معلوم نہیں میں سن وفات سے اندازہ لگاتا ہوں کہ اگر وہ سو سال کی عمر میں فوت ہوئی ہوں تو چوالیس سال جو وہ رسول کریم ﷺ کے بعد زندہ رہیں۔ نکال کر ان کی عمر آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت 56 سال بنتی ہے۔ اب کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص جس نے پچاس سالہ عمر میں چونسٹھ سالہ بیوی سے نہایت وفادارانہ گزارہ کیا تھا وہ اپنی تریسٹھ سالہ عمر میں 56 سالہ بیوی کو اسلئے طلاق دینے پر آمادہ ہو جاوے گا کہ وہ بوڑھی ہوگئی ہے۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔

پس اگر اس روایت میں کوئی حقیقت ہے تو حضرت سودہؓ کے خیال سے زیادہ وقعت اسے حاصل نہیں۔ اور عورتوں میں اس قسم کے خیال پیدا ہو جانا قابل تعجب نہیں۔ رسولِ کریم ﷺ کا یہ ہرگز خیال نہیں تھا‘‘۔

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1919 انوار العلوم جلد 4 صفحہ 514)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سید المعصومین خاتم النبیین وفخر المرسلین کی ذات والا صفات سے ایک اور اعتراض کا ردّ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’آنحضرت ﷺ کے متعلق مفسرین بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں آیت میں (نعوذ باللہ) آپؐ پر عتاب نازل ہوا۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(آل عمران: ۳۲)

کہ لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو مجھے اپنا محبوب بناؤ مگر وہ کہتے ہیں کہ آپ پر خدا تعالیٰ عتاب ہی عتاب کرتا رہا ہے وہ جن آیتوں کو عتابی قرار دیتے ہیں ان میں سے ایک کو پڑھ کر تو مجھے (مصلح موعودؓ۔ ناقل) اتنا مزا آتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اگر رسول اللہ سامنے ہوں تو آپ کو محبت سے چمٹ ہی جاؤں۔

خدا تعالیٰ آپ کے اخلاق کے متعلق ایک بات بیان فرماتا ہے اور وہ یہ کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (عبس: ۲۔۳)

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ اس کے پاس ایک اندھا آ گیا۔ مفسرین کہتے ہیں یہ عتابی آیت ہے اور اس میں خدا نے آنحضرت ﷺ کو یہ سزا دی ہے کہ آپ کو صیغہ غائب سے مخاطب کیا ہے اور ناراضگی کی وجہ سے نام نہیں لیا کیونکہ جب آپ کے پاس اندھا آیا تو آپ نے تیوری چڑھائی اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس پر خدا تعالیٰ کو ایسا غصہ آیا کہ آپ کو مخاطب کرنا پسند نہ کیا۔ لیکن نادان نہیں جانتے کہ یہ نہایت پیار اور محبت کا کلام ہے۔ کسی سے ناراضگی اور ناپسندیدگی کیوں کی جاتی ہے اسی لئے کہ اس پر اس کا اظہار ہو جائے اور وہ سمجھ لے کہ میری فلاں حرکت پر ناراضگی ہوئی ہے اور یہ حرکت بعض دفعہ بداخلاقی سمجھی جاتی ہے لیکن اگر کسی کی کوئی بات ناپسند ہو اور اس ناپسندیدگی کا اظہار اس پر نہ کیا جائے تو یہ بدخلقی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں سے ہے۔ مثلاً کوئی کسی کے بیٹے کو مار رہا ہو اور وہ پاس سے گذرے تو اپنے بیٹے کو پٹتا دیکھ کر اسے ناراضگی تو طبعًا ہونی چاہئے اور ہو گی لیکن اگر وہ اس کو ظاہر نہ ہونے دے اور مارنے والے سے اپنی ناراضگی کو بالکل چھپائے رکھے تو یہ اس کا خُلق ہو گا نہ کہ بدخلقی۔ دنیا میں ناراضگی کا اظہار کئی طریق سے کیا جاتا ہے، کئی اس کا اظہار مارنے کے ذریعہ کرتے ہیں۔

کئی گالیوں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ کئی درشت اور کرخت آواز سے کرتے ہیں اور کئی چہرہ کی بناوٹ سے کرتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اظہار ناپسندیدگی کیا تو کس طریق سے کیا۔ اسی طریق سے کہ تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا لیکن یہ ایسا طریق تھا کہ جس سے اندھے پر ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کی کسی حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ نہ تو وہ منہ کی بناوٹ کو دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی منہ پھیرنے والے کو معلوم کر سکتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے بدخلقی کیا کی؟ اس کے ساتھ بدخلقی تو تب ہوتی کہ اس کو کوئی گالی دی جاتی یا سختی سے کچھ کہا جاتا لیکن رسول کریم ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا طریق اختیار کیا جس کا اُسے احساس تک نہ ہوا۔

پس یہ اعلیٰ درجہ کا خلق ہے نہ کہ بدخلقی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں غائب کے صیغے استعمال کئے ہیں کیونکہ ان صیغوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس وقت رسول کریمؐ سے مخاطب نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہے اور دوسرے لوگوں سے خطاب یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتا ہے کیونکہ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ رسول کی کوئی معمولی غلطی دیکھ کر (اگر اس غلطی کو مانا جائے) لوگوں کو اس غلطی پر آگاہ کر کے اس پر اسے شرمندہ کرے گا۔ میرے نزدیک تو غائب کے صیغے ہی بتا رہے ہیں کہ عتاب نہیں خوبی کا اظہار ہے اور خدا تعالیٰ باقی دنیا کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ دیکھو میرے رسول کے کیسے اخلاق ہیں کہ ایک اندھے کی ایک بات کو اس نے ناپسند کیا تو اس کا اظہار اس پر نہ ہونے دیا۔ اگر عتاب ہوتا تو پھر رسول اللہؐ کو مخاطب کیا جاتا تا یہ نہ ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی شکایت دوسروں کے پاس کرتا ہے۔

(علم حاصل کرو تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1917ء انوار العلوم جلد 4 صفحہ 108 تا 110)

قدیم مفسرین نے بعض جگہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ایسا اظہار کیا ہے ورنہ مجموعی طور پر وہ بھی آنحضرت ﷺ کی بلند شان کے مقر تھے جبکہ موجودہ دور کے مسلمان آنحضرت ﷺ کی ارفع شان کو اگر بیان کرتے ہیں تو بس یہ کہ رسول کریم ﷺ ایک کمبل اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے جو کالے رنگ کا ہوتا تھا۔ اس لئے کالی کملی والے تھے۔ لمبی لمبی زلفیں تھیں۔ رنگ سفید تھا۔ کوئی سایہ نہیں تھا وغیرہ وغیرہ۔ مگر کوئی شخص اگر یہ کہہ دے کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے کرنا غلط ہے اسلئے کہ یہ مقام مدح ہے اور اس ترجمہ سے آپؐ کی شان کا کماحقہ اظہار نہیں ہوتا تو اس پر یہ خود مسلمان کہلانے والے لٹھ لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کملی والے زلفوں والے کے دُھن پر مگر واہ واہ کر رہے ہوں گے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

سمجھ ہو جس کی بلیغ وہ سمجھے
نظر ہو جس کی وسیع وہ دیکھے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی شان بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’ابھی چند دن ہوئے ایک موقع پر میں نے بعض باتیں کیں جن کا مفہوم یہ تھا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو درجہ اور مقام حاصل کیا ہے وہ اپنے زورِ عمل سے حاصل کیا ہے۔ ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے زبردستی آپؐ کو اس مقام پر کھڑا کر دیا اور پھر باقی لوگوں اور آپؐ کے درمیان وہ خود کھڑا ہو گیا تا کہ کوئی شخص اُس مقام تک نہ پہنچ سکے جس مقام پر اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ بالکل غلط اور خلافِ قرآن ہے۔ اگر ایسا سمجھا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے بلا استحقاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا اور باقی دنیا کو اُس نے خود ہی اُس مقام تک پہنچنے سے روک دیا۔ تو اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کمال نہیں ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال اسی میں ہے کہ اس روحانی میدان میں دنیا کی تمام ارواح کو دوڑانے کیلئے کہا جائے اور کسی ایک شخص کو بھی آگے بڑھنے اور ترقی کرنے سے نہ روکا جائے۔ مگر پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے نکل جائیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ باوجود اس کے کہ خدا نے ہر ایک کے لئے میدان کھلا رکھا تھا، خدا نے ہر ایک کے لئے دروازہ کھلا رکھا تھا، خدا نے ہر ایک کے اندر ترقی کا مادّہ پیدا کیا تھا، پھر بھی اس دوڑ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے نکل گئے اور ساری دنیا پیچھے رہ گئی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جولائی 1944ء کتاب جماعت احمدیہ کا عقیدہ صفحہ 54-53 مطبوعہ قادیان 1944ء)

اس باریک مضمون کو دشمنانِ احمدیت نے نظر دقیق سے نہ دیکھا بلکہ احمدیت کی عداوت میں صرف تعصّب سے دیکھا اور ’’ہتک‘‘ کا الزام لگانا شروع کر دیا۔ اس دور کے (1944ء) مؤقر اخبار اس الزام تراشی میں بڑھنے لگے اور دھمکیاں دینے لگے تب حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’ہم تو خدا کے فضل سے توپوں کے منہ کے سامنے کھڑے ہو کر بھی یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور ہم آپ کی عزت دنیا میں قائم کر کے رہیں گے۔ دنیا آج نہیں تو کل مجبور ہوگی کہ وہ ہمارے ان عقائد کو تسلیم کرلے اور ان ہی کو صحیح اور درست سمجھے۔ کیا ہمیں یہ نظارے نظر نہیں آتے کہ چالیس سال پہلے جن مسائل کی وجہ سے ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے تھے آج ان ہی مسائل کو مسلمان اپنے اعتقادات قرار دے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن کی کئی آیتیں منسوخ ہیں مگر آج ہر تعلیم یافتہ مسلمان قرآن کریم میں نسخ کے عقیدہ کو باطل قرار دیتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں بلکہ سارے کا سارا قرآن بنی نوع انسان کیلئے واجب العمل ہے اسی طرح آج سے چالیس سال پہلے محض اس بناء پر کہ ہم وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں ہم پر کفر کے فتوے لگائے گئے مگر آج ہر تعلیم یافتہ انسان سمجھتا ہے کہ عیسیٰ مر گیا حالانکہ یہ وہ مسئلہ تھا جس کو ماننے پر ہمیں گالیاں دی جاتی تھیں۔ ہم پر پتھراؤ کیا جاتا تھا۔ ہمیں کافر اور دجال کہا جاتا تھا۔ مگر ہم اُس وقت بھی یہی کہا کرتے تھے کہ عیسیٰ اگر مرتا ہے تو بے شک مرے ہمیں تو اسلام کی زندگی کی ضرورت ہے اگر اسلام کی زندگی عیسیٰ کی وفات میں ہے تو عیسیٰ خواہ سو دفعہ مرے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہم صرف اسلام کے احیاء کو دیکھنا چاہتے ہیں۔‘‘

(جماعت احمدیہ کا عقیدہ صفحہ 67 مطبوعہ مہتمم نشر و اشاعت قادیان 1944ء)

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردارؐ

کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جُرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گو یا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالمؐ آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظُلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردارؐ

❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁

ہم پہ کھولا ہے یہ معراج کی شب نے نکتہ

محترم جناب میر اللہ بخش تسنیم گجرانوالہ

قاب قوسین کی منزل سے گزر کر کس نے — کرلیا وادی اَوْاَدْنٰی کو دم بھر میں عبور
جلوہ افروز ہو ا کون اُفق اعلیٰ سے — اُٹھ گئی کِس کے لئے کشمکش غیب و حضور
نطق ہے پاک بہر رنگ ھویٰ سے کس کا — وحی یوحیٰ سے گہر ریز زباں کس کی ہے
شوقِ تعلیم میں کون آیا دَنٰی تک بڑھتا — شانِ بے مثل تَدَلّٰی سے عیاں کس کی ہے
مَاغَوٰی کا دِیا اعزاز خدا نے کس کو — کون مَاضَلَّ کے ارشاد سے ممتاز ہوا
مَاطَغٰی کس کی نظر کے لئے فرمایا گیا — کون مَازَاغَ کی نعمت سے سرافراز ہوا
کون شاگرد بڑی قوتوں والے کا ہوا — اور ذُوْمِرَّہ نے تسنیم سکھایا کس کو
کون دنیا میں ہے محبوبِ خداوندِ جلیل — رازداں محفلِ ہستی کا بنایا کس کو
شان ہے مَاکَذَبَ کس دل نورانی کی — جلوہ گر سامنے کس کے ہوئیں دلکش آیات
کس کو طوفانِ تجلی نے فلک پر ڈھانپا — جذب سینے میں کئے کس نے سب انوارِ صفات
ہم پہ کھولا ہے یہ معراج کی شب نے نکتہ — کتنا مومن سے فرشتوں کا فروتر ہے مقام

دے سکا ساتھ نہ جبریل امینؑ بھی تیرا
سرورِ ہر دو جہاں تجھ پہ صلوٰۃ اور سلام

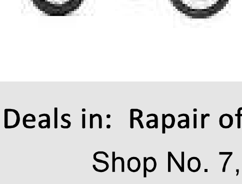
Zaid Auto Repair
زید آٹو ریپیئر
Mob. 9041733615, 9876918864
Deals in: Rapair of All Types of 4 Stroke & 2 Stroke Vehicles
Shop No. 7,Front of Guru Nanak Filling Station
Harchowal Road, White Avenue Qadian

مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں

نیاز احمد نائک۔ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسکے ساتھ لاتعلقی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اسکی سرشت میں اپنی تلاش اور لقاء کا مادہ ودیعت کر دیا۔ اور ہر دور میں خدا تعالیٰ اپنے متلاشیان اور اپنے متوالوں کے ساتھ ہم کلام ہوا اور انا الموجود کا ثبوت فراہم کیا۔ اور خدا تعالیٰ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنے رسولوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور اظہار غیب فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن آیت ۲۷)

''وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو غیب پر غلبہ نہیں بخشتا بجز اپنے برگزیدہ رسول کے''

اور یہ غیب کا اظہار قرآن کریم کے بیان کے مطابق چار طریقے پر ہوتا ہے۔ آیت قرآنی اسطرح ہے :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ○ (الشوریٰ آیت ۵۲)

اور کسی انسان کیلئے ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے ہمکلام ہو مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام رساں بھیجے جو اسکے اذن سے جو وہ چاہے وحی کرے۔ یقیناً وہ بہت بلند شان اور حکمت والا ہے۔

اظہار غیب کے اس میدان میں نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے سب انبیاء پر سبقت حاصل کر لی۔ آپ کو قرآن کریم کی صورت میں غیب واسرار کا ایسا خزانہ ملا جو قیامت تک بے مثل و مانند ہے۔ جسکی حیرت انگیز اخبارات کے ظہور کا مشاہدہ آج ہم اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں اور ان کا پورا ہونا جہاں ایک عالم الغیب خدا کے وجود پر اطلاع دیتا ہے وہاں آپ کے منجانب اللہ اور اصدق الصادقین ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ آپ کے کلام میں چونکہ نفس کی ملونی نہیں تھی بلکہ آپ خدا کی وحی کے مطابق کلام کیا کرتے تھے لہٰذا آپ جو پیشگوئی بیان فرماتے تھے اس تعلق سے دشمن کو بھی یقین ہوتا تھا کہ یہ پوری ہو کر رہے گی جبھی تو وہ آپ کو صدیق کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ دشمن رسول امیہ بن خلف نے اپنے جاہلیت کے دوست حضرت سعد بن معاذ انصاری سے اپنی ہلاکت کے بارے میں رسول اللہ کی پیشگوئی سن کر بے ساختہ گواہی دی تھی کہ خدا کی قسم (محمد ﷺ) جب بھی بات کرتا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔

آپ کی پیشگوئیاں صرف اپنے زمانے تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ آپ نے قیامت تک ہونے والے انقلابی واقعات کی پیشگوئی فرمائی ہے جن کی تفصیل جان کر ہر ایک کے ایمان وایقان میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ اور ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو اپنے وقت پر من وعن پوری ہوئیں۔ صرف چند چیدہ چیدہ پیشگوئیوں کا ذکر ہی خاکسار اس جگہ کرے گا۔

حضرت عائشہ سے شادی کی رؤیا

حضرت عائشہ کے ساتھ شادی سے قبل انکی تصویر دکھا کر آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں جو بظاہر حالات میں یہ بات ناممکن نظر آتی تھی کیونکہ حضرت عائشہ کی منگنی دوسری جگہ طے ہو چکی تھی اور یوں بھی نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ کی عمروں کا فرق ہی چالیس سال سے زیادہ تھا۔ اس غیبی خبر پر کامل ایمان کے باوجود آنحضور ﷺ نے کمال احتیاط سے اسکی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس رؤیا کا ظاہری رنگ میں پورا ہونا ہی مراد ہے تو وہ خود اس کے سامان پیدا فرمائے گا۔

(بخاری کتاب النکاح باب الابکار)

پھر بظاہر ناموافق حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بات غیر معمولی رنگ میں پوری کر دکھائی۔ اور جبیر بن مطعم سے منگنی ختم ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ رسول اللہ کے عقد میں آئیں اور ام المومنین کا اعزاز انکو عطا ہوا۔

فتح بدر اور سرداران قریش کی ہلاکت کی پیشگوئی

کفار اور مسلمانوں کے مابین ہجرت کے دوسرے سال ایک فیصلہ کن معرکہ ہوا جو کہ بدر نامی مقام پر ہونے کی وجہ سے جنگ بدر کہلاتا ہے۔ یہ ۳۱۳ نہتے مسلمانوں اور ۱۰۰۰ کفار کے سامان سے لیس اور حرب وضرب سے آشنا لشکر جرار کے مابین ہوا۔ بظاہر کوئی تناسب نظر نہیں آتا تھا اور یک طرفہ مقابلہ نظر آتا تھا۔ لیکن اس حالت پُرخطر میں نبی کریم ﷺ اپنے خیمہ میں بڑے الحاح اور درد سے دعا میں مصروف ہو گئے اور بعد دعا یہ پیشگوئی فرمائی سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنی قریش کی جمعیت پسپا ہو گی اور لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ایک مسلح لشکر جرار کو کمزور اور نہتے مسلمانوں سے شکست وہزیمت اٹھانی پڑی۔

نبی کریم ﷺ کو بدر میں سرداران قریش کی ہلاکت کا کشفی نظارہ پہلے سے کرایا گیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان حضرت عمرؓ کے ساتھ شریک سفر تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ معرکہ بدر سے ایک روز قبل رسول کریم ﷺ نے ہمیں مشرک سرداروں کے ہلاک ہونے کی جگہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ''یہ فلاں شخص کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے اور یہاں فلاں شخص ہلاک ہو گا۔'' حضرت عمرؓ کہتے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ وہیں گر گر کر ہلاک ہوئے جہاں رسول خدا نے بتایا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے اُن کے گر کر ہلاک ہونے کی جگہیں بتائی تھیں، ان میں ذرا بھی غلطی نہیں ہوئی۔ یہ تھا آپ کی پیشگوئیوں کی صداقت کا عالم کہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ اس پیشگوئی کے نتیجہ میں ائمۃ الکفر اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے اور انکی ہلاکت مؤمنین کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئی۔

کسریٰ شاہ ایران کی ہلاکت کی پیشگوئی

صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مختلف ملکوں کے سربراہان کو تبلیغی خطوط لکھے ان میں ایک خط شاہ ایران خسرو پرویز کو بھی لکھا۔ اس نے نہایت بے ادبی کے ساتھ اس خط کو پھاڑ دیا اور آپ کی گرفتاری کیلئے یمن کے حاکم باذان کو حکم بھجوایا۔ رسول کریم ﷺ کو جب اسکا علم ہوا تو آپ نے کسریٰ کی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی دعا کی۔ اس دوران یمن کے حاکم نے آپ کی گرفتاری کیلئے دو طاقتور آدمی بھیجے وہ مدینہ پہنچے تو ان میں سے ایک شخص بابویہ نامی نے آپ سے کہا کہ مجھے باذان نے بھیجا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اگر آپ میرے ساتھ چلنے پر تیار ہوں تو میں شہنشاہ کسریٰ کے نام ایسا خط دونگا کہ وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ اگر آپ میرے ساتھ چلنے سے انکاری ہیں تو آپ خود جانتے ہیں کہ اس میں آپ کی بلکہ پوری قوم و ملک کی بربادی ہے۔ آپ نے ان دونوں نمائندوں سے فرمایا کہ اس وقت جاؤ صبح آنا۔ رسول اللہ کو اسی رات اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ شہنشاہ ایران کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا گیا ہے اسنے اپنے باپ کو فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل کر دیا ہے۔

اگلی صبح جب وہ دونوں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میرے رب نے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو رات کے وقت تمہارے رب کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور اسکے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر کے اسے قتل کیا ہے۔ وہ دونوں کہنے لگے آپ کو پتہ ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم اس سے معمولی بات پر بڑی بڑی سزائیں دیا کرتے ہیں۔ کیا ہم آپ کی بات شہنشاہ کو لکھ کر بھیج دیں۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا ہاں! میری طرف سے اسے یہ اطلاع کر دو اور اسے جا کر یہ پیغام دو کہ میرا دین اور میرا غلبہ یقیناً تمہارے ملک ایران پر بھی ہوگا اور اسکو کہہ دینا کہ تم اسلام قبول کر لو تو تمہارا یہ ملک تمہارے تحت کر دیا جائے گا اور تمہیں تمہاری قوم پر حاکم بنا دیا جائے گا۔ یہ دونوں شخص جب حاکم یمن باذان کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ شخص تو نبی معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا ہے ہم اُسکا انتظار کرتے ہیں۔ اگر تو یہ سچ نکلا تو یقیناً یہ خدا کا بھیجا ہوا نبی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ہم اسکے بارے میں اپنا فیصلہ کرینگے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد باذان کو نئے شہنشاہ شیرویہ کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے ملک ایران

کے مفاد کی خاطر کسریٰ کو قتل کیا ہے، کیونکہ وہ ایرانی سرداروں اور معزّزین کے قتل کا حکم دیتا اور انکو قید کرتا تھا۔ اب تم میرا یہ خط پہنچتے ہی عوام سے میری اطاعت کا عہد لو اور کسریٰ نے جو خط حجاز کے ایک شخص کی گرفتاری کا لکھا تھا کالعدم سمجھو یہاں تک کہ میرا دوسرا حکم تمہیں پہنچے۔ کسریٰ کے بیٹے کا خط پڑھتے ہی باذان کہنے لگا یہ شخص تو اللہ کا رسول ہے چنانچہ اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور کئی ایرانی باشندے بھی جو یمن میں آباد تھے مسلمان ہو گئے۔

اَسود عنسی کے قتل کی پیشگوئی

اَسود عنسی وہ شخص تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسکے متعلق آنحضرت ﷺ نے ایک دن علی الصبح اپنے صحابہ کو اطلاع دی کہ آج رات اسود عنسی قتل ہو گیا ہے۔ ایک مبارک آدمی نے اسکو قتل کر دیا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسکا نام فیروز بان فیروز ہے۔ قاتل تک کا نام بتانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ؐ کی پیشگوئیاں کتنی پختہ ہوا کرتی تھیں۔

جھوٹے مدعیان نبوت کے ظہور کی پیشگوئی

حجۃ الوداع کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو جھوٹے مدعیان نبوت کے بارہ میں اپنی یہ رؤیا بیان فرمائی کہ میں سویا ہوا تھا۔ زمین کے خزانے مجھے دیئے گئے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔ میری طبیعت پر یہ بات گراں گزری۔ سونے کے یہ کنگن میرے لئے باعث پریشانی ہوئے۔ تب مجھے وحی ہوئی کہ انکو پھونک ماریں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے۔ میں نے اس رؤیا کی تعبیر کی کہ وہ جھوٹے دعویدار ہیں جنکے درمیان میں ہوں ایک تو صنعاء کا رہنے والا (اسود عنسی) دوسرا یمامہ کا رہنے والا (مسیلمہ کذاب) ہے۔

یہ رؤیا بھی حضور کی زندگی میں پوری ہوئی اور ان دونوں مدّعیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کے دعوے کئے۔ اسود عنسی تو آپ ؐ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا لیکن مسیلمہ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا۔

خلافت ابوبکر ؓ و عمر ؓ کے متعلق رؤیا

خدا تعالیٰ کے ہر مامور کی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے بعد اپنے مشن کے جاری اور قائم رہنے کی فکر لاحق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فکر اس رؤیا کے ذریعہ دور فرما دی جس میں حضرت ابوبکر ؓ کے مختصر زمانہ خلافت اور حضرت عمر ؓ کے فتوحات سے بھر پور پر شوکت عہد کی طرف اشارہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں سیاہ رنگ کی بکریوں کیلئے کنویں سے پانی کھینچ رہا ہوں جن میں کچھ گندمی رنگ کی بکریاں بھی ہیں۔ اتنے میں ابوبکر ؓ آئے انہوں نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اور انکے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی پھر حضرت عمر ؓ آئے اور انہوں نے ڈول لیا تو وہ اس سے بھرا ہوا کھینچ لائے۔ انہوں نے تمام لوگوں کو پانی سے سیراب کیا اور تمام بکریوں نے پانی پی لیا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی باکمال و باہمت جوانمرد نہیں دیکھا جو حضرت عمر ؓ جیسی طاقت رکھتا ہو۔" چنانچہ یہ رؤیا بھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں قیصر و کسریٰ کی عظیم فتوحات کی بنیاد رکھ دی گئی اور بڑی بڑی فتوحات ہوئیں۔

فتح ایران اور سراقہ بن مالک کے بارہ میں پیشگوئی

آنحضرت ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو اس وقت کفار مکہ نے آپ ؐ کے سر سو اُونٹوں کا انعام رکھا اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک نے آپ کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب میں کئی دفعہ وہ آپ ؐ کے قریب ہوا لیکن ہر بار اُس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے بالآخر اسے یقین ہو گیا کی آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ تو آپ ؐ کو آواز دی۔ آپ ؐ رک گئے۔ سراقہ نے آپ ؐ سے اپنے لئے امان طلب کی چنانچہ آپ نے انکو امان دے دی اور ساتھ یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ اے سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائیں جائیں گے؟ سراقہ نے حیرانی سے کہا کسریٰ بن ہرمز (شہنشاہ ایران)؟ آپ نے فرمایا ہاں "کسریٰ بن ہرمز کے کنگن"

اپنے جانی دشمنوں سے جان بچا کر ہجرت کرنے والے بظاہر کمزور انسان کی اس پیشگوئی کی شان اور عظمت پر غور تو کریں جس میں سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے سے کہیں بڑھ کر عظیم الشان پیشگوئی یہ تھی کہ ایران کی فتح ہوگی اور کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے۔ پھر نامساعد حالات میں کی گئی یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔

سراقہ نے فتح مکہ کے بعد جعرانہ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عمر ؓ کے دورِ خلافت میں کسریٰ کے کنگن اور تاج وغیرہ حضرت عمر ؓ کے دربار میں پیش ہوئے۔ حضرت عمر ؓ نے سراقہ کو بلایا اور فرمایا "ہاتھ آگے کرو" پھر آپ نے اسے سونے کے کنگن پہنا دئے اور فرمایا! کہ اے سراقہ کہو کہ تمام تعریفیں اُس خدا کی ہیں جس نے ان کنگنوں کو کسریٰ سے چھین کر سراقہ کے ہاتھ میں پہنا دیا۔ وہ کسریٰ جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں لوگوں کا رب ہوں۔

شام، مدائن، یمن کی فتوحات کے تعلق سے پیشگوئی

شام، یمن اور مدائن کی فتح کی پیشگوئی حضرت نبی کریم ﷺ نے غزوہ احزاب کے وقت خندق کھودنے کے دوران فرمائی۔ جبکہ نبی کریم اور انکے صحابہ مسلسل تین دن بھوک کی وجہ سے نڈھال تھے اور آپ ؐ نے تو بھوک کی شدّت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور دوسری طرف ایک لشکر جرار کے حملہ کی فکر دامنگیر تھی۔ اس پیشگوئی کی تفصیل حضرت براء بن عازب ؓ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پتھریلی چٹان کے نہ ٹوٹنے کی شکایت کی گئی۔ آپ ؐ نے اللہ کا نام لیکر کدال کی پہلی ضرب لگائی پتھر شکستہ ہو گیا اور اسکا ایک بڑا حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ ملک شام کی کنجیاں میرے حوالے کی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم میں شام کے سرخ محلات اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے اللہ کا نام لیکر کدال کی دوسری ضرب لگائی پتھر کا ایک حصہ شکستہ ہو کر ٹوٹ گیا۔ اور رسول کریم ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا مجھے ایران کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور خدا کی قسم میں مدائن اور اسکے سفید محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے اللہ کا نام لیکر تیسری ضرب لگائی اور باقی پتھر بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آپ نے تیسری بار اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا۔ "یمن کی چابیاں میرے سپرد کی گئی ہیں اور خدا کی قسم میں صنعاء کے محلات کا نظارہ اس جگہ سے کر رہا ہوں۔ پھر خدا کی شان دیکھو کہ حضرت ابوبکر ؓ کے زمانہ خلافت میں ان فتوحات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عمر ؓ کے دور مسعود میں انکی تکمیل ہوئی اور صرف چند سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کی دو بڑی سلطنتیں روم اور ایران ان فاقہ کش مگر یقین محکم رکھنے والے مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ جنہوں نے ان پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھا وہ یہ فتوحات دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یہاں تک کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں رکھیں"۔

(بخاری کتاب التعبیر باب رؤیا اللیل)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی پیشگوئی

مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے دین اسلام کے تنزل اور ادبار کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِیَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبیهقی فی شعب الایمان۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 852 نمبر 912)

کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن صرف رسمی طور پر پڑھا جائے گا اور علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔ ان ہی میں فتنے نکلیں گے اور ان کی طرف ہی لوٹ جائیں گے۔

جس وقت یہ پیشگوئی آپ نے فرمائی اس وقت اسکے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ مسلمانوں کی یہ ابتر حالت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت مسلمان دین اسلام کیلئے اپنی جانیں نچھاور کرتے تھے اور اسلامی احکامات کی تعمیل میں پیش پیش رہتے تھے اور سر مو انحراف نہ کرتے تھے۔ اس وقت علماء عالم باعمل تھے اور ربّانی علماء تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے تھے اور امن و صلح کو فروغ دینے والے تھے لیکن آخری زمانہ کے علماء کا حال بالکل اسکے برعکس ہونا تھا اس وجہ سے صحابہ اسطرح کی پیشگوئیوں پر حیرت کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے مسلمانوں کی حالت زار کا جو نقشہ کھینچا تھا وہ

اس دور آخر میں بعینہ پورا ہوا۔مسلمانوں کی بداعمالی ، بے ہمتی ، بدعنوانی، بے ایمانی نے یہ ثابت کیا کہ آپ نے جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ من وعن پوری ہوگئی۔اور بعض نامور مسلمانوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ مسلمانوں کی حالت نبی کریمؐ کی پیشگوئی کے عین مطابق ہوئی ہے۔چنانچہ حالی نے کہا

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
فقط اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور علامہ محمد اقبال نے کہا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر چہ یہ بات غمناک اور پُر درد ہے کہ مسلمان بگڑ گئے اور انکی شان وشوکت خاک میں مل گئی اور جنکے رعب ودبدبہ سے دنیا کی عظیم سلطنتیں کانپتی تھیں وہ آج اپنی حکومت کے استحکام کیلئے اغیار کے رحم وکرم پر ہیں ۔وہ جو معطی اور فیاض تھے وہ آج گداگر بنے ہوئے ہیں ۔لیکن مخبر صادق نے مسلمانوں کی اس پستی اور ادبار کے دور کے خاتمہ کے تعلق سے ایک نوید جانفزا کچھ ان الفاظ میں سنائی تھی کہ

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْرِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو اہل فارس میں سے ایک یا کئی آدمی اسے دوبارہ واپس لائیں گے۔

اسی طرح فرمایا كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا فِيْ اَوَّلِهَا وَالْمَسِيْحُ فِيْ آخِرِهَا (کنز العمال جلد ۷ ص ۲۰۳) یعنی وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں مسیح ابن مریم

حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسلمان بگڑ گئے اور پیشگوئی کا دوسرا حصہ کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک مامور من اللہ آئے گا جو کہ مسیح ومہدی کے لقب سے ملقب ہوگا یقیناً پورا ہونا تھا اور پورا بھی ہوا۔چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں منصب مسیحیت اور مہدویت پر فائز فرمایا۔ چنانچہ آپؑ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ عیسیٰ رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور خدا نے وعدہ کے موافق مجھے مسیح بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

لیکن جیسا کہ سنت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ خدا کے ماموروں کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کیا جاتا ہے۔آپؑ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔چاہئے تو یہ تھا کہ لوگ آپ کو مہمات دینیہ میں مدد دیتے کیونکہ آپؑ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق وقت مقررہ پر احیاء دین اور اقامۃ الشریعہ کے کام کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور روحانی بصیرت کے حامل لوگ آپ سے کچھ اسطرح ملتجی تھے

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کیلئے

آپ نے لاکھوں نشانات اور غیبی خبریں سنائیں لیکن فرمایا اگر میں محمد مصطفےٰ ﷺ کا متبع نہ ہوتا تو یہ شرف مجھے حاصل نہ ہوتا۔آپ نے دجالی فتنے یعنی بگڑی ہوئی عیسائیت کا مقابلہ کیا اور انکے بگڑے ہوئے عقائد کا بطلان ثابت کیا ۔جنکی وجہ سے لاکھوں مسلمان عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے اور اب تک بعض مسلمان انہی عقائد کی پیروی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کی آسمان سے آمد کے منتظر ہیں ۔دجال کا مقابلہ کرنے اور اسکو شکست دینے میں حضرت نبی کریم ﷺ کی وہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود دجال کو قتل کریگا۔حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے سے حضرت نبی کریم ﷺ کی بیشمار پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں لہٰذا مسلمانوں کو اگر حبّ نبی کا دعویٰ ہے تو عملی اظہار اسکا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو مانا جائے۔

آپ ﷺ کی آخری دور کے تعلق سے مزید پیشگوئیاں

مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے آخری دور کے تعلق سے اتنی واضح پیشگوئیاں فرمائی ہیں جو کسی تشریح کی محتاج نہیں ہیں کیونکہ ہم آج ان پیشگوئیوں کو بچشم خود مشاہدہ کر رہے ہیں اسلئے بغیر کسی تشریح وتوضیح کے انکو لکھا جاتا ہے۔لیکن ضروری ہے کہ تعصب کی عینک اتار کر چشم بصیرت سے کام لیا جائے۔اور ان لوگوں کا رویہ نہ اختیار کیا جائے جن کے تعلق سے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۔ (الاعراف ۱۸۰)

اب ان پیشگوئیوں کو خلاصۃً لکھا جاتا ہے۔

۱۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ صلیبی مذہب یعنی عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔

۲۔اس زمانہ میں دجال کا ظہور ہوگا یعنی بگڑی ہوئی عیسائیت زوروں پر ہوگی جو کہ دجل وفریب سے کام لے گی۔

۳۔دجال کا ایک گدھا ہوگا جو آگ کھاتا ہوگا۔اس میں ریل اور دوسری جدید سواریوں کی طرف اشارہ ہے جو ایندھن سے چلتی ہیں۔

۴۔اس زمانہ میں یاجوج ماجوج یعنی آگ سے کام لینے والی طاقتوں کا ظہور ہوگا جو کہ دنیا کے عمدہ عمدہ حصوں پر قابو پالیں گے اور قومیں ایک دوسرے کے خلاف اُٹھیں گی۔

۵۔مسلمان، یہودی اور عیسائی صفت ہوجائیں گے۔

۶۔اُمت مسلمہ ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی ایک ناجی ہوگا اور باقی ۷۲ ناری اور ناجی فرقہ کی علامت یہ ہوگی کہ اسکا ایک واجب الاطاعت امام ہوگا۔اور انکا حال وہی ہوگا جو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا تھا۔

۷۔علماء میں بندروں جیسی نقالی اور خنزیر جیسی خباثت ہوگی۔

۸۔علم باقی نہیں رہے گا۔لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دینگے۔خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے۔

۹۔زنا اور شراب خوری اور جوئے کی کثرت ہوگی۔

۱۰۔اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تعداد میں تو کثرت ہوگی مگر دل ٹیڑھے ہونگے یعنی نہ ایمان درست ہوگا اور نہ اعمال۔

۱۱۔آخری زمانہ میں زلازل کثرت سے آئینگے ۔چنانچہ گزشتہ سو سال میں جتنے زلازل آئے ہیں اتنے اس سے پہلے ہزار سال میں بھی نہیں آئے ہیں۔

۱۲ ۔اس زمانہ میں طاعون پھیلے گی۔چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں طاعون پھیلی۔

۱۳۔چاند اور سورج کو رمضان میں مہدی معہود کی صداقت کیلئے گرہن لگے گا۔اور حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود کے حق میں نبی کریم ﷺ کی یہ پیشگوئی ۱۸۹۴ میں رمضان کے مہینہ میں پوری ہوئی۔

قارئین کرام حضرت رسول اکرم ﷺ کی آخری زمانے کے تعلق سے چند چیدہ چیدہ پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا اور ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آخری زمانہ کے تعلق سے آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ لفظاً لفظاً پورا ہوگیا۔

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی قرون اولیٰ اور دور آخر کیلئے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تعلق سے ایک عظیم الشان پیشگوئی حضرت حذیفہ بن الیمان کی اس روایت میں ملتی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ قائم ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اُٹھالے گا ۔پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دَور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کردے گا ۔اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ قائم ہوگی ۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۷۳، مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

اس پیشگوئی کے عین مطابق آپ ﷺ کی وفات کے معاً بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہوا۔اور اب اس دور آخر میں آپ ﷺ کی اس پیشگوئی کا آخری حصہ بھی پورا ہوا اور آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے ظل کامل حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہودؑ کی وفات کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۰۸ کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہوا۔اور حاجی الحرمین حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ خلیفۃ المسیح الاوّل کے طور پر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔آج ہم اس خلافت کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس کے دور مسعود سے گذر رہے ہیں ۔یوں مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تعلق سے یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی اور خلافت احمدیہ کی روز افزوں برکات اور ترقیات سے یہ پیشگوئی ہر دن ایک نئی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔

❁❁❁

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - مذہبی رواداری کے آئینہ میں

جاوید احمد لون - مربی سلسلہ شعبہ نورالاسلام

رواداری فارسی ترکیب ہے ۔ روا یعنی جائز، داری داشتن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں رکھنا یعنی جائز رکھنا۔ اور انگریزی میں رواداری (TOLERANCE) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ آج کی دنیا کا سب سے پسندیدہ لفظ ہے اور مغرب نے اسے زبردست فروغ دیا ہے لیکن اپنے اپنے حلقے میں ہر کوئی اسے اپنی ضرورت اور سمجھ کے مطابق استعمال کرتا ہے ۔ اہل مغرب نے اسے ہمیشہ اپنے معیاروں پر پرکھا ہے اور استعمال کیا ہے جن میں بعض اوقات تضاد بھی دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک طرف شہریوں کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رہن سہن کے طریقوں میں آزاد ہیں، اپنی پسند کا لباس پہن سکتے ہیں، اپنی علامات اختیار کر سکتے ہیں ۔ لیکن دوسری طرف خواتین کو، طالبات کو ڈھکنے نہیں دیا جاتا۔ یعنی اس معاملے میں رواداری کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔ یہ اہل مغرب ہی ہیں جنہوں نے اسلام اور بانیٔ اسلام کو غیر روادار دین اور شخص کے طور پر مشہور کر رکھا ہے اور مسلمانوں کو اس کے لئے مطعون کرتے ہیں جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے وہ خود حد درجہ غیر روادار واقع ہوئے ہیں۔

اسلام رواداری، غمخواری اور انسانوں سے محبت کا دین ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ عدم رواداری کا سب سے بڑا الزام اسی دین کے بانی رحمۃ للعالمین اور اس کے ماننے والوں کے سر ہے ۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی رواداری پر آپؐ پر نازل ہونے والا قرآن، آپ کی سیرت، سنت اور تعلیمات گواہ ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کے بارے میں ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا 'تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اللہ کے رسولؐ قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں یہ صرف حضرت عائشہؓ کا مشاہدہ نہیں تھا بلکہ آپ تھے ہی ایسے۔ آپ ﷺ کا کوئی عمل قرآنی ہدایات سے ہٹا ہوا ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ آپ ہر وقت اللہ کی رہنمائی میں ہوتے تھے۔ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم آیات ۴، ۵) کہ آپ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ یہ تو ایک وحی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔

آپ ﷺ ۱۳ برس تک مکہ میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے گرچہ وہاں پر آپ ﷺ کو قوت اور طاقت حاصل نہ تھی پھر آپ ﷺ کی پوری مکی زندگی میں اس طرح کا ایک واقعہ بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے کسی مقام پر بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہو یا کسی بھی موقعہ پر آپؐ کا کوئی عمل محض جذبات کے تابع ہو کر رہ گیا ہو۔ اور مدنی زندگی میں جہاں قوت اور اقتدار آپ کے ہاتھ میں تھا آپ ﷺ مدینہ کی ریاست کے فرمانروا تھے اور جاں نثاروں کا ایک جتھہ تھا جو ہمہ وقت آپؐ کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار رہتا تھا، اس دس سالہ مدنی زندگی میں آپؐ نے رواداری کی جو مثالیں قائم کیں ان کی نظیر تاریخ میں نہ اس سے پہلے ملتی ہے اور نہ ہی بعد کے ادوار میں۔

آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں فراخدلی اور انسان دوستی کا نمونہ پیش کیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے، ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اس کی سب سے پسندیدہ وہ مخلوق ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔ (طبری، بیہقی)

اس بارے میں آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ

(ترمذی اَبوابُ البِرّ والصّلۃ)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا بھی رحم نہیں کرتا۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسروں کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب آدمی کسی کو دوست رکھے تو اللہ کو دوست رکھے۔ (مسند احمد بن حنبل)

اسلام کے دشمنوں کے مظالم اور زیادتیوں سے تنگ آکر ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے صحابہ نے درخواست کی کہ ان کے لئے بددعا کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

(مشکوٰۃ باب مافی اخلاقہ وشمائلہ)

عیسائیوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ

آنحضرت ﷺ کی عیسائیوں کے ساتھ کوئی جنگ نہیں ہوئی زیادہ تر مواقع پر ان کے ساتھ معاہدات ہوئے ۔ سن 4 ہجری میں آپ ﷺ نے سینا پہاڑی کے راہبوں کو جو مراعات دیں وہ آپ ﷺ کی رواداری کی شاندار مثال ہیں۔ یہ ایک طویل امان نامہ ہے اس امان نامے کو مختلف عیسائی مؤرخین نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ کتاب patrologia orientalus جلد 13 صفحہ 600 تا 618 پر بھی یہ امان نامہ منقول ہے اس کی عبارت کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

"امان نامہ من جانب محمد ابن عبدالمطلب جملہ بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کردہ رسول جو بشیر و نذیر ہے اور احکام خداوندی کے ابلاغ میں امین ہے۔ پھر لکھوایا، بنام سید ابن حارث ابن کعب اور انکی ملت نصرانیہ آبادکاران مشرق و مغرب، نزدیک و دور، عرب نژاد و عجمی، مشہور و گمنام سب کے لئے۔

یہ تحریر نصاریٰ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معمول کے طریق پر ایسے امان نامہ کی ہے جس میں انصاف اور معاہدین کی حفاظت کی ذمہ داری دی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں جو شخص اس امان نامہ کی پاسداری ملحوظ رکھے وہ اسلام کا نگہبان اور اسلام کی خوبیوں سے بہرہ مند ہونے کا مستحق ہے اور جو مسلمان اس امان نامہ کو نظر انداز کر کے ان دفعات پر عمل نہ کرے یا ان کی مخالفت کا مرتکب ہو اور میرے احکام کا پابند نہ رہے وہ خدا سے کئے ہوئے میثاق سے پھرنے والا ہے۔ اور اس کی پناہ سے فراری اور لعنت کا مستوجب ہے۔ بادشاہ ہو یا رعایا اس بنا پر میں نے انہیں اپنے خدا کی طرف سے امان دینے کے ساتھ جملہ انبیاء و اصفیا اور دنیا کے مؤمنین و مسلمین، اولین و آخرین ہر ایک کی طرف سے پناہ دی۔ اس بارے میں وہ میثاق سامنے رکھنا ضروری ہے جو خدا نے بنی اسرائیل کو اطاعت و ایفائے عہد اور اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے نصاریٰ کی حفاظت کی ذمہ داری، انکے معابد اور زیارت گاہوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے اور فرمایا:

"ان کے گرجے ، عبادت خانے ، خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان میں یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن یا ریگستان میں، ان سب کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔"

پھر فرمایا :

"ان معاہدین اور ان کے ہم مشرب گروہ کے عقائد و رسوم مذہب کے تحفظ میں میری ذمہ داری ہے۔"

پھر فرمایا "یہ لوگ خشکی اور بحری، شرق و غرب کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہوں ان کے لئے میرے ساتھ مسلمانوں کا ہر فرد اس امان نامہ کا پابند ہے۔"

پھر فرمایا "ان کے پادری راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں انہیں معزول نہ کروں گا۔"

پھر فرمایا ان کی عبادت گاہوں میں بھی مداخلت نہ کروں گا۔

پھر فرمایا "نہ انہیں مساجد میں تبدیل کروں گا۔"

پھر فرمایا "نہ انہیں مہمان سرائے کے طور پر استعمال کروں گا۔"

پھر فرمایا "کسی ذمی (غیر مسلم شہری جو مسلم حکومت کی ذمہ داری میں ہیں) کو مسلمانوں کی حمایت میں جنگ کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا ۔ وہ ہمارے پناہ گزین ہیں اور اپنی امان کا عوض ادا کرتے ہیں۔ جنگ کے موقعہ پر ان سے گھوڑے اور اسلحہ بھی نہ لئے جائیں ۔ اگر خود امداد کرنا چاہیں تو اس حالت میں وہ قابل مدح اور تشکر کے حق دار ہیں۔"

پھر فرمایا "کسی نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔"

پھر فرمایا "ان کی عورتیں جن سے عقد حلال ہے مسلمان زبردستی انہیں نکاح میں نہ لائیں۔ ان کی طرف سے انکار کی حالت میں ایسا ارادہ ان کو تکلیف پہنچانا ہے۔ نکاح تو خوشی سے ہونا چاہئے۔"

پھر فرمایا "جس مسلمان کے گھر میں نصرانی عورت ہو اسے اپنے مذہبی شعار ادا کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علما سے مسئلہ دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعار ادا کرنے سے منع کرتا ہے وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دئے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہے۔"

پھر فرمایا "اگر وہ اپنی عبادت گاہوں یا خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہیں اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی امداد کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کرنی چاہئے۔ یہ اعانت ان پر احسان اور قرض نہ ہوگی بلکہ اس میثاق کی تقویت ہوگی جو رسول اللہؐ نے ازراہ احسان و کرم ان پر کیا ہے۔"

اس میثاق پر 32 افراد کے بطور گواہان دستخط ہیں جس میں خلفائے راشدین کے علاوہ کبار صحابہ کے دستخط ہیں اور یہ معاہدہ معاویہ بن ابوسفیان نے تحریر کیا۔ اسی معاہدہ کی تجدید حضرت ابوبکرؓ نے فرمائی اور پھر حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تجدید کی۔

(بحوالہ سیاسی وثیقہ جات اردو ترجمہ الوثائق السیاسیہ مؤلفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی مترجم مولانا یحیٰ امام خان نوشہروی شائع کردہ مجلس ترقی ادب نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور طبع اول 1960 ناشر کریم احمد خان معتمد مجلس ترقی ادب مطبع زریں آرٹ پریس 61 ریلوے روڈ لاہور پاکستان)

عیسائی مؤرخین یہ معاہدہ انصاف و رواداری نقل کرتے ہوئے ششدر رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر کریسٹن اپنی کتاب world faith میں ان معاہدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’کیا دنیا میں کسی فاتح قوم یا مذہب نے اپنی مفتوح قوموں کو اس سے بڑھ کر تحفظات کی ضمانت دی ہے جو ہادیٔ اسلام کے ان الفاظ میں موجود ہے۔ دنیا کے کسی مذہب میں اس سے زیادہ روادارانہ اور حقیقی طور پر برادرانہ تعلیم تلاش کرنا مشکل ہے..... اٹلانٹک چارٹر میں تو مذہبی آزادی اور دہشت و ہراس سے نجات کو انسانی حقوق میں آج شامل کیا گیا ہے لیکن اٹلانٹک چارٹر سے بھی 1300 سال پیشتر محمد مصطفیٰ نے یہودی اور عیسائی قبیلوں سے اپنر فتح حاصل کرنے کے بعد جو معاہدات کئے ان میں مذہبی عبادات کی آزادی اور مقامی لحاظ سے ان کی خودمختاری کو تسلیم کیا گیا ہے۔‘‘

مذہبی رواداری کی جو تعلیمات حضرت محمد ﷺ نے پیش کیں بعد میں آنے والے شارحین دین نے بادشاہوں کی سیاسی مصلحتوں کی خاطر اور ان کے نظریات کے مطابق مذہب کی تعبیر کرتے ہوئے غیر مسلموں کو کمتر درجہ کا شہری بنانے کے لئے وہ تعلیمات پیش کر دیں جو آج بھی خدا کا خوف رکھنے والے مسلمان علما کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہیں جبکہ اس کے برعکس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنا رویہ مذہبی رواداری کے متعلق کیا تھا، آیئے سیرت النبی ﷺ کا ایک خوبصورت واقعہ دیکھتے ہیں۔

بعثت نبوی کے بعد کی بات ہے۔ آنحضرت ﷺ عبادت کی غرض سے حرم کعبہ میں جایا کرتے تھے اور قریش مکہ آپؐ کو ہر طرح کی ایذا دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ سجدہ میں سر رکھتے تو اوپر سے پتھر رکھ دیتے۔ کبھی ایسی بدبختی بھی کی گئی کہ عقبہ ابن ابی معیط کہیں سے اونٹنی کی بچہ دانی لے آیا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو سر پر رکھ دی۔ انہیں دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ عبادت کی غرض سے کعبہ گئے اور کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی چابیاں طلب کیں۔ اس نے کمال تکبر سے آپ کی استدعا کو ٹھکرا دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’عثمان ایک دن آئے گا کہ کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔‘‘ اس پر عثمان بن طلحہ نے جھنجلا کر کہا ’’کیا اس دن قریش کے تمام مرد ذلیل و برباد ہو چکے ہوں گے۔‘‘

فتح مکہ کے روز سب سے پہلے آپ کعبہ میں تشریف لے گئے اور اسی عثمان کو آپ نے طلب فرمایا۔ عثمان لرزاں و ترساں حضورؐ کے سامنے بت بنا کھڑا تھا اور اسے اپنے وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جو اس نے حضورؐ سے کہے تھے۔ لیکن میرے آقا و مولیٰؐ نے کمال شفقت سے فرمایا ’’عثمان آج انتقام لینے اور غصہ نکالنے کا وقت نہیں بلکہ نیکی اور اسلامی اخلاق قائم کرنے کا دن ہے۔ جاؤ تمہیں معافی دی جاتی ہے نہ صرف معافی بلکہ کعبہ کی چابیاں بھی تیرے حوالے کی جاتی ہیں اور یہ چابیاں جو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔‘‘ (اسلام اور غیر مسلم رعایا مؤلفہ ملک سیف الرحمن صاحب مرحوم)

کفار کے ساتھ رواداری کا برتاؤ

جنگ بدر کے بعد جب کفار مکہ کی ایک تعداد قیدی بنا لی گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا مشورہ قتل قبول نہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے مشورے کو قبول فرمایا اور انہیں زرفدیہ لے کر چھوڑ دیا بلکہ بعض کو فدیہ لئے بغیر ہی چھوڑ دیا۔ مطعم بن عدی کے صاحبزادے جبیر بن مطعم نے جب قیدیوں کے لئے سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان سب کے لئے سفارش کرتا تو میں سب کو رہا کر دیتا۔ (الرحیق المختوم)

آپ ﷺ کی رواداری اور رحم دلی کا اندازہ لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ قریش مکہ جنہوں نے مکہ میں آپ کا جینا مشکل کر دیا تھا یہاں تک کہ آپ کو وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی اور پھر وہاں بھی کفار مکہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا بلکہ تین بڑی جنگیں تھوپ دی تھیں لیکن انہی کفار مکہ پر جب آپؐ کو فتح و غلبہ حاصل ہوتا ہے اور آپ اپنے جاں نثاروں کی معیت میں مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اس موقع پر کفار مکہ کے ساتھ آپ کا جو رویہ رہا اس کی بڑی دلکش تصویر علامہ شبلی نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

’’آپ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب کے پیشرو تھے۔ وہ بھی تھے جن کی زبانیں آنحضرت ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے پیکر قدسیؐ کے ساتھ گستاخیاں کیں تھیں۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی راہوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے علاوہ کسی چیز سے نہ بجھ سکتی تھی۔ وہ بھی تھے جن کے حملے کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

رحمۃ للعلمین نے ان کی طرف دیکھا خوف انگیز لہجہ میں پوچھا تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ لوگ اگرچہ ظالم تھے شقی تھے بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے، پکار اُٹھے کہ شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔ ارشاد ہوا ’’تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو‘‘ کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا اب وقت تھا کہ ان کو حقوق دلائے جاتے لیکن آپ ﷺ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔‘‘

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 475)

یہ تھے اس فاتح کے اخلاق عالیہ اور مذہبی رواداری کہ جس پر ظلم پر ظلم کئے گئے اُس نے ہر ظلم کا بدلہ لیا لیکن تیر اور تلوار سے نہیں بلکہ عفو اور درگزر سے۔

ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے جس سے آپ کے دلی جذبے کا پتہ چلتا ہے جو غیر مذاہب والوں اور اپنے مخالفین بلکہ جانی دشمنوں کے لئے آپ کے دل میں موجزن تھا۔

قبائل یمامہ کا ایک سردار ثمامہ بن اثال تھا اس نے کئی اسلامی مہمات کو سخت نقصان پہنچایا تھا، وہ گرفتار ہو کر آیا تو حضور ﷺ نے اُسے مسجد نبوی میں ایک ستون کے ساتھ بندھوا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مسجد میں مسلمانوں کی آمد و رفت کو دیکھے اور ان کے عقائد و اعمال پر اسے غور کرنے کا موقع مل جائے۔ جب بھی حضورؐ اس کے پاس سے گزرتے تو فرماتے سناؤ یمامہ کا کیا حال ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ وہ جواب دیتا کہ اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو آپ کا احسان یاد رکھوں گا اور مجھے آپ کبھی ناشکر گزار نہیں پائیں گے اور اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو میں اس کا مستحق ہوں۔ اگر مالی معاوضہ چاہتے ہو تو جو آپ فرمائیں گے میں ادا کر دوں گا۔ تین دن تک آپ نے اسے اسی حالت میں رکھا اور تینوں دن اس سے دریافت کرتے رہے۔ تین دن کے بعد آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اب وہ اپنے گھر جا سکتا ہے۔

ثمامہ نے رہائی پانے کے بعد سیدھے ایک تالاب میں جا کر غسل کیا اور واپس آکر عرض کیا ’’خدا کی قسم اس سے پہلے روئے زمین پر سب سے زیادہ آپ مجھے برے لگتے تھے لیکن آپ کے اخلاق کریمانہ اور حسن معاشرت دیکھ کر اب ساری دنیا پر آپ سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں۔ خدا کی قسم، سب سے زیادہ مجھے آپ کا مذہب ناپسند تھا لیکن اب مجھے اس سے زیادہ پیارا اور کوئی مذہب نظر نہیں آتا۔ خدا کی قسم آپ کا شہر مجھے سخت ناپسند تھا مگر اب اس جیسا پیارا شہر میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی نہیں۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔‘‘

اس کے بعد ثمامہ مکہ عمرہ کے لئے گئے۔ اہل مکہ نے کہا اے ثمامہ تو بددین ہو گیا ہے اس لئے اب ہم تجھے قتل کرتے ہیں۔ ثمامہ نے کہا میں بددین نہیں ہوا ہوں بلکہ سب سے بہتر دین، دین محمد ﷺ میں داخل ہو گیا ہوں۔ خدا کی قسم تمہارے لئے سارا غلہ یمامہ سے آتا ہے اگر تم نے مجھے تنگ کیا تو تمہیں گندم کا ایک دانہ بھی وہاں سے نہ مل سکے گا۔ اس پر قریش ڈر گئے لیکن پھر بھی انہیں کافی تنگ کیا گیا۔ جب ثمامہ بن اثال واپس یمامہ پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا خبردار اہل مکہ کو گندم کا ایک دانہ بھی نہ پہنچے۔ اہل مکہ اس گرفت سے بہت تنگ ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ جب تک آپ مکہ میں رہے ہم نے بارہا آپ کی زبان سے سنا کہ صلہ رحمی ضروری چیز ہے لیکن آپ کے رفقا میں سے ثمامہ نے غضب کر دیا ہے۔ اس نے اپنی ذیل سے ہمارے لئے گیہوں کی آمد روک لی ہے جس سے ہم بے حد تکلیف میں ہیں اگر آپ ثمامہ کو لکھ سکیں کہ یہ پابندی دور کر لے تو آپ کی عنایت ہوگی۔ اس پر آپ نے ثمامہ کو لکھا کہ ’’میری قوم قریش سے غلہ کی برآمدگی میں پابندی ہٹا لو۔‘‘

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے لکھا کہ ’’اہل مکہ کے ساتھ حسب دستور سابق خرید و فروخت جاری رکھو اور ان کا غلہ بند نہ کرو کیونکہ دشمن کو بھوکا مارنا اچھی بات نہیں۔‘‘

آج کی دنیا میں محض Mass

destruction کے ہتھیاروں کی تیاری کے خوف کے پراپیگنڈے کے نتیجے میں قوموں پر UNO کی طرف سے Sanction کا impliment کیا جاتا ہے یا پابندیوں کی دھمکی دی جاتی ہے اور قوموں کو محض ایک شخص کے پکڑنے کے لئے خاک وخون میں ملا دیا جاتا ہے۔ لیکن عرب کے بادیہ نشین عربی نبیؐ کے اخلاق اور مذہبی رواداری کا نظارہ تو دیکھئے کہ جب ایک شخص ایک ایسی قوم پر اناج کی برامدگی پر روک لگاتا ہے جس نے اس کے نبی پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا۔ اس حد تک کہ تین سال تک اس کو ایک تنگ گھاٹی میں محصور کئے رکھا جہاں بچے دودھ کے لئے بلکتے رہے اور کھانے پینے کی اشیاء پر مکمل پابندی لگا دی گئی گویا مکمل سوشل بائیکاٹ کی کیفیت پیدا کر دی گئی۔ جب وہ قوم اس نبی کے اخلاق کو دیکھ کر اپنی مصیبت میں اس سے فریاد کرتی ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ واہ ثمامہ تم نے بہت اچھا کام کیا بلکہ اس نے کہا تو صرف یہ کہا کہ ”دشمن کو بھوکا مارنا اچھی بات نہیں۔“

قارئین! مذہبی اختلافات کی بنیاد پر بعض اوقات جنازوں تک کو روک دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں تشدد پسند مذہبی علما نے دفن ہونے والے احمدیوں کی قبریں تک اکھڑوا دیں اور اس حد تک فساد کیا کہ نقض امن کا خطرہ پیدا ہو گیا اور بعض جگہوں پر سرکاری انتظامیہ کو مداخلت کرنا پڑی اور احمدیوں کو الگ قبرستان الاٹ کرنے پڑے لیکن آیئے دیکھیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے خلق عظیم کیا تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد بن عبادہؓ قادسیہ میں تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو یہ دونوں بزرگ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ جنازہ یہیں کے کسی (غیر مسلم) باشندے کا ہے۔ یہ سُن کر دونوں بزرگ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ اُسے دیکھ کر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ حضورؐ یہ جنازہ تو یہودی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیا یہ انسان نہیں یعنی احترامِ میّت ہر حال میں ضروری ہے۔
(نسائی کتاب الجنائز باب القیام لجنازۃ اھل الشرک)

پس یہ احترام ہے دوسرے مذہب کا بھی اور انسانیت کا بھی۔ یہ اظہار اور نمونے ہیں جن سے مذہبی رواداری کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو (السیرۃ الحلبیہ)

پھر اسی مذہبی رواداری اور آزادی کو قائم رکھنے کے لئے آپ نے نجران کے وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کی جبکہ صحابہ کا خیال تھا انہیں نہیں کرنی چاہئے آپ نے فرمایا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آنحضرتؐ کی جنگیں مدافعانہ تھیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگیں اضطراری کیفیت میں کفار مکہ یا عرب کے بعض قبائل کے ساتھ لڑیں وہ محض دفاع کے لئے تھیں نہ کہ اسلحہ کی دوڑ میں شامل ہونے والوں کی جنگوں کی طرح تھیں۔ ان جنگوں میں دی جانے والی ہدایات کو سامنے رکھ لیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ جنگ نہیں ہے بلکہ امن کے قیام کے لئے ایک عظیم الشان جد و جہد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دین کو پھیلانے کے لئے قتال ایک دینی فریضے کے طور پر نہیں کیا بلکہ جہاد اور قتال میں دین نے ایک فرق رکھا ہے اور تلوار کے جہاد کو صرف اسی صورت میں جائز قرار دیا ہے ان کے مقابل تلوار اٹھائی جائے لیکن اگر دشمن تلوار نیام میں کر لے اور صلح کی طرح ڈال دے تو اس سے جنگ کی اجازت نہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ دیباچہ تفسیر القرآن میں فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ نے قرآنی تعلیمات کی ہدایات کی روشنی میں جو تعلیمات مسلمانوں کو دیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ کسی صورت میں مسلمانوں کو مثلہ کرنے کی اجازت نہیں یعنی مسلمانوں کو مقتولین جنگ کی ہتک کرنے یا ان کے اعضاء کاٹنے کی اجازت نہیں (مسلم)

2۔ کسی بچے کو نہیں مارنا چاہئے (مسلم)

3۔ کسی عورت کو نہیں مارنا چاہئے (مسلم)

4۔ پادریوں، پنڈتوں اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کو قتل نہیں کرنا چاہئے (طحاوی)

5۔ مسلمانوں کو کبھی جنگ میں دھوکہ بازی نہیں کرنی چاہئے

6۔ بڈھے، بچے، عورت کو نہیں مارنا چاہئے اور ہمیشہ صلح اور احسان کو مدنظر رکھنا چاہئے (ابوداؤد)

7۔ جب لڑائی کے لئے مسلمان جائیں تو اپنے دشمنوں کے ملک میں ڈر اور خوف پیدا نہ کریں اور عوام الناس پر سختی نہ کریں (مسلم)

8۔ جب لڑائی کے لئے نکلیں تو ایسی جگہ پڑاؤ نہ ڈالیں کہ لوگوں کے لئے تکلیف کا موجب ہو اور کوچ کے وقت ایسی طرز پر نہ چلیں کہ لوگوں کے لئے راستہ چلنا مشکل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا سختی سے حکم دیا ہے کہ فرمایا جو شخص ان احکام کے خلاف کرے گا اس کی لڑائی اس کے نفس کے لئے ہوگی خدا کے لئے نہیں ہو گی۔ (ابوداؤد)

9۔ لڑائی کے وقت دشمن کے منہ پر زخم نہ لگائیں (بخاری و مسلم)

10۔ لڑائی کے وقت کوشش کرنی چاہئے کہ دشمن کو کم سے کم نقصان ہو۔ (ابوداؤد)

11۔ جو قیدی پکڑے جائیں ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہوں ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔

12۔ قیدیوں کے آرام کا اپنے آرام سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ (ترمذی)

13۔ غیر ملکی سفیروں کا ادب اور احترام کیا جائے۔ وہ غلطی بھی کریں تو ان سے چشم پوشی کی جائے۔ (ابوداؤد)

14۔ اگر کوئی شخص جنگی قیدی کے ساتھ سختی کر بیٹھے تو اس قیدی کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا جائے۔

15۔ جس شخص کے پاس کوئی جنگی قیدی رکھا جائے وہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور اُسے وہی پہنائے جو خود پہنے (بخاری)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہی احکام کی روشنی میں مزید حکم جاری فرمایا کہ عمارتوں کو گراؤ مت اور پھل دار درخت کو کاٹو مت (مؤطا امام مالک)

ان احکام سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اسلام نے جنگ کے روکنے کے لئے کیسی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں اور رسول کریم ﷺ نے کس عمدگی کے ساتھ ان تعلیمات کو جامہ پہنایا اور مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی تلقین کی۔
(دیباچہ تفسیر القرآن ۱۸۶۔۱۸۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سنت نبوی کا اِحیاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہمارے اُصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہب کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابل رحم ہے جس کے ساتھ بہت ہی خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔ ہمارے بڑے اصول دو ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۲۹)

پھر فرماتے ہیں:

سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں، دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین میں صلح پھیلا دیں کہ اس سے انکا دین پھیلے گا
(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۳۳۔۲۳۱)

اس دور میں دنیا بھر میں صرف خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس سے یہ توقع کی جا رہی ہے کہ وہ اس تعلیم کو پھر سے زندہ کر کے دکھائے گی اور بنی نوع انسان کو امن، صلح، آشتی، محبت اور پیار کی اس وادی میں لے جائے گی جو امن کے شہزادے، صلح کے پیامی اور محبت کے داعی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بسائی ہے۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسلام اور بانیٔ اسلام کی امن بخش تعلیم کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضور کے اس مشن میں کما حقہ اپنا حصہ ڈالنے والے ہوں آمین۔ ❀

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments
خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص
نونیت جیولرز
NAVNEET JEWELLERS
Main Bazar Qadian

کمپوزنگ وڈیزائننگ: کرشن احمد قادیان